تحریک آزادی کشمیر

کے اہم قومی ایام

تعداد: ایک ہزار

سال اشاعت: مئی2024ء

ترتیب سید محمود علی گیلانی

شائع کردہ: کشمیر پالیسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ مظفر آباد

ویب سائٹ:www.kpri.jk.org

ای میل:kpriazadkashmir@gmail.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
04	پیش لفظ	
05	05 جنوری۔۔۔یوم حق خودارادیت	
05	26 جنوری۔۔۔بھارتی یوم جمہوریہ کشمیریوں کا یوم سیاہ	
06	05 فروری۔۔۔یوم یکجہتی کشمیر	
07	09 فروری۔۔۔یوم شہادت افضل گورو	
08	11 مارچ۔۔۔یوم وفات کے ایچ خورشید	
09	21 مئی۔۔۔یوم شہادت میر واعظ مولوی محمد فاروق	
10	21 مئی۔۔۔یوم شہادت خواجہ عبدالغنی لون	
11	16 رمضان المبارک۔۔۔یوم وفات میر واعظ مولوی محمد یوسف شاہ	
12	08 جولائی۔۔۔یوم شہادت برہان مظفر وانی شہید	
13	10 جولائی۔۔۔یوم وفات مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان	
14	13 جولائی۔۔۔یوم شہدائے کشمیر	
15	19 جولائی۔۔۔یوم قرارداد الحاق پاکستان	
16	31 جوائی۔۔۔یوم وفات غازی ملت سردار محمد ابراہیم خان	
17	05 اگست----یوم استحصال	
19	14 اگست۔۔۔یوم آزادی پاکستان	
19	15 اگست۔۔۔بھارت کا یوم آزادی، کشمیریوں کا یوم سیاہ	
20	یکم ستمبر۔۔یوم شہادت بابائے حریت سید علی گیلانی	
21	24 اکتوبر۔۔۔یوم تاسیس آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر	
22	27 اکتوبر۔۔۔کشمیر پر بھارتی فوج کشی کے خلاف یوم سیاہ	
23	06 نومبر۔۔۔یوم شہدائے جموں	
24	10 دسمبر۔۔۔عالمی یوم حقوق انسانی	
25	18 دسمبر۔۔۔یوم وفات قائد ملت چوہدری غلام عباس	
27	23 نومبر۔۔۔۔یوم شہدائے نیلم	
28	سانحہ لنجوٹ (نکیال سیکٹر)	
28	سانحہ سیری بنڈالہ (سماہنی سیکٹر)	
30	دیگر خصوصی اہمیت کے ایام	

پیش لفظ

کشمیر پالیسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ آزاد جموں وکشمیر کا پہلا تھینک ٹینک ہے جو مظفرآباد میں قائم ہے۔ یہ ادارہ کشمیر کے مختلف موضوعات پر تحقیق کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ریسرچ جنرل بھی شائع کرتا ہے۔

زیرِنظر کتابچہ جموں وکشمیر کی تاریخ وتحریک کے حوالہ سے چند خصوصی ایام کے تعارف پر مشتمل ہے۔

اس کتابچہ کا مقصد نوجوان نسل کو اپنی تاریخ سے آگاہ کرنا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس میں مزید مواد کی شمولیت یا کسی کمی بیشی کے حوالہ سے آپ ضرور راہنمائی کریں گے۔

(ڈاکٹر راجہ محمد سجاد خان)

ڈائریکٹر

کشمیر پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (KPRI)

05 جنوری۔۔۔یوم حق خودارادیت

05 جنوری 1949ء کواقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندوستان و پاکستان (UNCIP) نے حق خودارادیت کی ایک قرارداد پاس کی تھی جس میں مسئلہ کشمیر کوکشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق حل کرنے کا یقین دلایا گیا تھا۔کشمیری اس دن کو''یوم حق خودارادیت'' کے طور پر مناتے ہیں۔ 1947 میں ریاست جموں و کشمیر کے عوام نے ڈوگرہ کی جبری حکومت کے خلاف جدوجہد آزادی شروع کی ہوئی تھی ۔قیام پاکستان کے بعد یہ جدوجہد مزید تیز ہوگئی مجاہدین اور قابض بھارتی افواج کے درمیان جنگ جاری تھی کہ بھارت کوخطرہ محسوس ہوا کہ مجاہدین فتح یاب ہوتے ہوئے جلد ہی سرینگر پر بھی قبضہ کرلیں گے چنانچہ بھارتی وزیراعظم پنڈت جواہرلال نہرومعاملے کوفوری طور پراقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گئے تاکہ شکست کی ہزیمت سے بچا جا سکے۔ بھارتی حکومت نے مسئلہ کشمیر کواقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کرتے ہوئے جنگ بندی کی درخواست کی تھی اوراس امر کا وعدہ کیا تھا کہ ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام کی امنگوں اوررائے کے مطابق ہی کیا جائے گا ۔ہندوستان نے سلامتی کونسل میں یہ یقین دہانی کروائی کہ ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کے بارے میں آخری فیصلہ کشمیری عوام نے کرنا ہے۔ دسمبر 1948ء میں بھارت اور پاکستان نے کمیشن کو باور کروایا کہ وہ ریاست کشمیر میں مکمل طور پر جنگ بندی کرنے اوررائے شماری کے انعقاد پر رضامند ہیں۔چنانچہ اس کے بعد 05 جنوری 1949 کواقوام متحدہ کے کمیشن برائے بھارت و پاکستان نے ایک قرارداد منظور کی جس میں کشمیریوں کوحق خودارادیت دینے کی بات نمایاں اور واضح طور پر کی گئی۔اس قرارداد میں جنگ بندی پرعمل درآمد اوررائے شماری کے انعقاد کے طریقہ کار واضح طور پر تعین کر دیا گیا اورکہا گیا کہ یہ رائے شماری اقوام متحدہ کی نگرانی میں بالکل آزادانہ اور غیر جانبدارانہ فضا میں ہوگی اوراس کے ذریعے کشمیری عوام کو یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق پاکستان یا بھارت میں سے جس کے ساتھ چاہیں الحاق کرلیں ۔لیکن 7 دھائیوں سے زائد کا عرصہ بیت جانے کے باوجود ریاست جموں وکشمیر کے عوام کورائے شماری کا حق نہیں مل سکا۔ بھارت کشمیر میں اقوام متحدہ کی نگرانی میں رائے شماری سے خوفزدہ ہے اور مسلسل رائے شماری کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کررہا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھارت اب اقوام متحدہ کی قراردادوں کوتسلیم کرنے سے ہی انکاری ہے۔ بھارت نے کشمیر کے مسئلہ پر وقت گزاری کی پالیسی اختیار کررکھی ہے۔ بھارت کی طرف سے عالمی برادری سے کئے گئے وعدے سے مکر جانے کے بعد کشمیریوں نے بھارت سے آزادی کے لئے 1989 میں عملی جدوجہد کا آغاز کیا۔تو اس جدوجہد کوفوجی طاقت کے زور پر کچلنے کے لئے 1989ء سے اب تک بھارت ایک لاکھ کشمیریوں کوشہید کر چکا ہے۔یوم حق خودارادیت کے موقع پر ریاست کے تمام حصوں میں جلسے،جلوس اور مظاہرے منعقد کئے جاتے ہیں۔کشمیری عوام 5 جنوری کو ہرسال ریاست بھر میں یوم حق خودارادیت مناتے ہیں اس دن کومنانے کا مقصد عالمی برادری بلخصوص اقوام متحدہ کو یہ یاددلانا ہوتا ہے کہ وہ کشمیریوں سے کئے گئے اپنے وعدے کو پورا کرے تاکہ کشمیری قوم اپنی قسمت کا فیصلہ کرسکے۔

26 جنوری۔۔۔بھارتی یوم جمہوریہ،کشمیریوں کا یوم سیاہ

بھارت 26 جنوری کو ہر سال اپنا یوم جمہوریہ مناتا ہے جبکہ کشمیری اس دن کو''یوم سیاہ'' کے طور پر مناتے ہیں ۔ 26 جنوری 1950 کو بھارتی حکومت نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کی جگہ اپنا ملکی آئین نافذ کیا۔ یہ آئین بھارتی قانون ساز اسمبلی نے 26 نومبر 1949 کومنظور کیا تھا تاہم اس کا نفاذ 02 ماہ بعد 26 جنوری 1950 کوعمل میں آیا۔اس دستور میں بھارت کوعوامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔بھارتی آئین کے نفاذ کے لیے 26 جنوری کی تاریخ منتخب کرنے کا بھی ایک خاص مقصد ہے ۔ برطانوی دورحکومت کے دوران 26 جنوری 1930 کوانڈین نیشنل کانگریس نے''خودمختار ہندوستان'' کانعرہ بلند کیا تھا۔چنانچہ اس ایک دن میں دوقومی اقدامات کی یاد منائی جاتی ہے۔ایک برطانوی دور میں خودمختار ہندوستان کانعرہ بلند کرنے اور دوسرا بھارتی آئین کے نفاذ کی۔اس دن کو بعدازاں''یوم جمہوریہ'' کا نام دیتے ہوئے دعوی کیا گیا کہ بھارت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے۔ بھارت آج بھی دنیا میں سب سے بڑی جمہوریت ہونے کا

دعویدار ہے لیکن اس نے عملاً کشمیر کے ایک بڑے حصے پر فوجی قبضہ کر رکھا ہے۔ بھارت جو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے کا دعویدار ہے اس نے اقوام متحدہ میں عالمی برادری سے کشمیریوں کو ان کا پیدائشی حق، حق خودارادیت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے اور اب اپنے اس وعدے سے منحرف ہو گیا ہے۔ بھارت نے مقبوضہ کشمیر کے عوام کا حق خودارادیت بندوق کے زور پر غصب کر رکھا ہے اور کشمیریوں کو ان کا بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ حق دینے کے لئے تیار نہیں۔ بھارت نے عالمی برادری اور اقوام متحدہ سے وعدے کے باوجود کشمیریوں کو ان کا تسلیم شدہ رائے شماری کا حق نہیں دیا اور مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی آواز کو دبانے کے لئے اپنی 09 لاکھ افواج تعینات کر رکھی ہیں اور قابض فوج کو کشمیریوں کی آزادی کی آواز دبانے کے لئے بے پناہ اختیارات دے رکھے ہیں۔افسپا، ٹاڈا اور پوٹا جیسے کالے قوانیں مقبوضہ کشمیر میں نافذ ہیں اس طرح کے 6 کالے قوانین کا نفاذ کر کے بھارتی فوج اور سیکیورٹی فورسز کو انسانی حقوق کی پامالیوں کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ جبکہ جموں کشمیر کے عوام سمجھتے ہیں کہ ہندوستان جموں وکشمیر کے عوام کو جمہوری حق، حق خودارادیت دینے سے مسلسل انکاری ہے اور اسے کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ یوم جمہوریہ منائے۔کشمیری بھارت کے یوم جمہوریہ کو یوم سیاہ کے طور پر منا کر دنیا کو باور کراتے ہیں کہ بھارت جمہوری ملک نہیں بلکہ ایک انتہا پسند ہندو ریاست غاصب ملک ہے جس میں مسلمانوں سمیت کوئی بھی اقلیت محفوظ نہیں۔ ہندوستان کے اس ڈھونگ کے خلاف اور ہندوستان کا انتہا پسندانہ غیر جمہوری چہرہ دنیا سامنے بے نقاب کرنے کے لئے 26 جنوری کو کشمیر یوم سیاہ کے طور پر مناتے ہیں۔ بھارت کے یوم جمہوریہ کو یوم سیاہ کے طور پر منانے کا مقصد عالمی برادری کو یہ واضح کرنا ہوتا ہے کہ بھارت غاصب ملک ہے جہاں ہندوتوا پالیسی کے تحت اس کی قیادت نے جمہوریت کے نام پر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک رکھی ہے۔

05 فروری۔۔۔یوم یکجہتی کشمیر

1989 میں تحریک آزادی کشمیر کے دوبارہ احیاء کے بعد بھارت نے بڑی تعداد میں کشمیریوں کو شہید کرنا شروع کر دیا۔ نہتے کشمیری جب بھی ظلم وتشدد کے خلاف احتجاج کرتے اور جلسے جلوس نکالتے، ان پر اندھا دھند گولیاں برسا دی جاتیں۔ان کی املاک کو نذر آتش کر دیا جاتا اور ان کی جائیدادوں کو بموں سے تباہ کر دیا جاتا۔اس صورتحال نے اس پار مقیم کشمیریوں اور پاکستانیوں کو بھی زبردست غم وغصے میں مبتلا کر دیا۔ان حالات میں ظلم وجبر کی چکی میں پسنے والے کشمیریوں کی تحریک آزادی کی حمایت اور کشمیریوں سے یکجہتی کا اظہار کرنے کے لیے پاکستان میں عوامی سطح پر یوم یکجہتی کشمیر منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان میں پہلی بار 05 فروری 1990ء میں اس دن کا آغاز ہوا جب جماعت اسلامی پاکستان کے امیر قاضی حسین احمد نے عوامی سطح پر کشمیریوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے کال دی جبکہ 1991 میں حکومت پاکستان نے بھی اس دن کو قومی دن کے طور پر منانے کا سرکاری سطح پر اعلان کیا۔اس وقت کی وزیراعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے قومی سطح پر یوم یکجہتی کشمیر منانے کا اعلان کیا اور پوری قوم نے متحد ومنظم ہو کر کشمیریوں سے یکجہتی کا عملی اظہار کیا۔ چنانچہ 05 فروری 1990 سے یہ دن پاکستان، آزاد کشمیر اور دنیا بھر میں یوم یکجہتی کشمیر کے قومی یوم کے طور پر منایا جاتا ہے جبکہ مقبوضہ جموں وکشمیر کے عوام بھی پاکستان کے سبز ہلالی پرچموں کے ساتھ اس دن کو پوری قوت سے مناتے ہیں۔ ہر سال 05 فروری کو پاکستان میں حکومت، اپوزیشن کے علاوہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی سیاسی ودینی جماعتیں، کاروباری طبقہ، وکلا، نوجوان، طالب علم، خواتین غرضیکہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام مقبوضہ جموں کشمیر کے عوام کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کرتے ہیں۔ ہندوستانی جارحیت اور مقبوضہ جموں وکشمیر پر اس کے غاصبانہ قبضے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے احتجاجی ریلیوں، مظاہروں، سیمینارز، کانفرنسز کا انعقاد کیا جاتا ہے اور کشمیری عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے پاکستان اور آزاد کشمیر کو ملانے والے راستوں پر انسانی ہاتھوں کی زنجیر بنائی جاتی ہے۔جس میں پاکستان اور آزاد کشمیر کے زعماء، حکومتی نمائندے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے نمائندگان وافراد شریک ہو کر کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کے ساتھ عملی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں مقبوضہ کشمیر کے مظلوم ومجبور مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرنے اور ان کی اخلاقی، سفارتی وسیاسی حمایت کا اعادہ کرنے

کے لیے آزاد کشمیر، پاکستان اور بیرونی دنیا میں مقیم کشمیری اور پاکستانی 05 فروری کو یوم یکجہتی کشمیر مناتے ہیں اور اس امر کا عملی اظہار کرتے ہیں کہ تحریک آزادی میں شامل غیور کشمیری عوام تنہا نہیں ہیں۔ پوری دنیا کے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا سے یوم یکجہتی کے اس تاریخی پروگرام کی کوریج کی۔ 5 فروری کو پاکستان و آزاد کشمیر میں ہر سال یوم یکجہتی کشمیر قومی سطح پر منایا جاتا ہے اور اس عزم کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ مقبوضہ جموں و کشمیر کی بھارت سے آزادی تک کشمیریوں کی تحریک جاری رہے گی اور پوری قوم کشمیریوں کی جدوجہد آزادی میں ان کے شانہ بشانہ ہے۔ یوم یکجہتی کشمیر کے موقع پر ملک بھر میں عام تعطیل کی جاتی ہے۔

09 فروری۔۔۔یوم شہادت افضل گورو

09 فروری کو حریت پسند کمانڈر افضل گورو کا یوم شہادت منایا جاتا ہے جنہیں 09 فروری 2013 کو دہلی کی تہاڑ جیل میں پھانسی دے دی گئی ان پر الزام تھا کہ انہوں نے 2001 میں بھارتی پارلیمنٹ پر دہشت گردانہ حملہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں تھا اور دوران کارروائی افضل گورو کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع بھی نہیں دیا گیا اس کے باوجود بھارتی سپریم کورٹ نے افضل گورو کو محض اس بناء پر پھانسی دینے کے احکامات جاری کیے کہ وہ کشمیر کی آزادی چاہتے تھے۔ بھارتی سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ استغاثہ افضل گورو کے

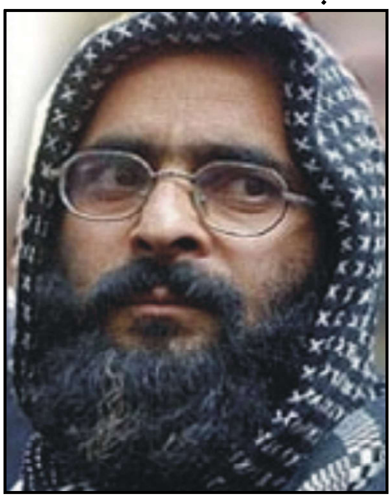

خلاف الزام ثابت کرنے میں ناکام رہا تاہم ہندوستانیوں کے اجتماعی ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے محمد افضل گورو کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ فیصلہ تاریخ انسانیت کا متنازعہ ترین فیصلہ ہے کہ الزام ثابت نہ ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت نے محمد افضل گورو کو پھانسی کے پھندے پر لٹکانے کا حکم دیا۔ یہ ایک بے گناہ کا کھلا عدالتی قتل ہے۔ افضل گورو کشمیر کے ضلع بارہ مولا کے علاقے ''دوآب گاہ'' میں 30 جون 1969 کو پیدا ہوئے۔ افضل گورو نے سوپور کے گورنمنٹ سکول سے 1986 میں میٹرک کیا۔ ایف ایس سی کرنے کے بعد انہوں نے جہلم ویلی میڈیکل کالج میں داخلہ لیا اور ایم بی بی ایس کے پہلے سال میں ہی تھے کہ تحریک آزادی کشمیر کی مسلح جدوجہد شروع ہوگئی چنانچہ انہوں نے بھی دیگر کشمیری نوجوانوں کی طرح تعلیم کو خیر باد کہہ کر آزادی کے لیے بندوق اٹھالی اور مجاہدین میں شامل ہوگئے۔ وہ تعلیم کی اہمیت سے غافل نہیں تھے چنانچہ انہوں نے جہادی سرگرمیوں کے دوران ہی 94-1993 میں دہلی یونیورسٹی سے گریجویشن کی 13 دسمبر 2001 کو ہندوستانی پارلیمنٹ پر حملے کا واقعہ رونما ہوا اس حملہ کے الزام میں افضل گورو کو بھی گرفتار کرلیا گیا جو ان دنوں سرینگر میں موجود تھے۔ انسداد دہشتگردی کی عدالت نے افضل گورو اور ان کے ساتھ گرفتار ہونے والے دیگر افراد کو موت کی سزا سنائی جس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کر دی گئی۔ یہاں بھی سزا برقرار رہی جس کے بعد سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی۔ یہاں بھی ماتحت عدالتوں کا فیصلہ برقرار رکھا گیا۔ اکتوبر 2006 میں افضل گورو کی اہلیہ تبسم گورو نے بھارتی صدر عبدالکلام کے سامنے رحم کی اپیل کی جسے مسترد کیا دیا گیا۔ 3 فروری 2103 کو افضل گورو کے لیے رحم کی اپیل مسترد ہوئی اور 9 فروری کو انہیں پھانسی دے دی گئی اور بعدازاں ان کی میت کو تہاڑ جیل میں خاموشی کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ شہید حریت کمانڈر کی میت بھی ورثاء کے حوالے نہیں کی گئی۔ افضل گورو شہید کو بے گناہ تسلیم کرنے کے باوجود اسے پھانسی کی سزا دینا بھارت کی طرف سے کشمیریوں کے عدالتی قتل کا کھلا ثبوت ہے۔ افضل گورو کو پھانسی کی سزا بھارت کے متعصب عدالتی نظام کا بھی ثبوت ہے۔ دنیا بھر کے انصاف پسندوں اور اداروں کی طرف سے بھارتی سپریم کورٹ کے متنازعہ اور انسانیت سوز فیصلے کی مذمت کی گئی۔ بھارتی سپریم کورٹ کے بدترین، انسانیت دشمن فیصلے کے خلاف اور محمد افضل گورو شہید کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے 09 فروری کو یوم شہادت افضل گورو منایا جاتا ہے۔

11 مارچ۔۔۔یوم وفات کے ایچ خورشید

"پاکستان بنانے میں میرے ساتھ آپ کا اور آپ کے ٹائپ رائٹر کا بڑا موثر کردار رہا ہے۔''

یہ الفاظ پاکستان بننے کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ایک موقع پر خورشید حسن خورشید کو کہے تھے۔خورشید حسن خورشید جو کے ایچ خورشید کے نام کی شہرت رکھتے تھے 3 جنوری 1924ء کو ریاست جموں کشمیر کے شہر سری نگر میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد مولوی محمد حسن جن کا تعلق کشمیر کے ایک معروف لون قبیلے سے تھا اور بنیادی طور پر استاد تھے اپنی ملازمت کے سلسلے میں گلگت میں رہتے تھے اور اسی بناء پر کے ایچ خورشید کا بچپن اور ابتدائی تعلیم دونوں گلگت میں ہی گزرے بعد ازاں انہوں نے سری نگر کے ایک کالج سے گریجویشن کی اور زمانہ طالبعلمی ہی میں "کشمیر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کی بنیاد رکھی چونکہ آپ کا رجحان زمانہ طالبعلمی ہی سے صحافت کی طرف تھا اس لیے جموں کشمیر مسلم کانفرنس کے ایک ہفت روزہ اخبار "جاوید'' کیلئے لکھنا شروع کر دیا۔انہی دنوں نومبر 1942ء میں قائداعظمؒ سے پہلی ملاقات جالندھر میں ہوئی۔اس حوالے سے کے ایچ خورشید اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ اس ملاقات میں قائداعظمؒ نے مجھے مسلم لیگ کا پرچم دیتے ہوئے کہا "اسے تھام لیں۔'' جو میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہ تھا۔

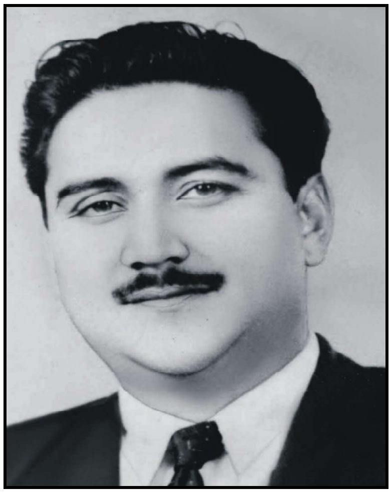

اس زمانے میں انڈیا میں مسلمانوں کی واحد نیوز ایجنسی "اورینٹ پریس آف انڈیا'' تھی جو مسلمانوں کی حقیقی ترجمان کا کردار ادا کرتی تھی۔کے ایچ خورشید نے تعلیم سے فراغت پانے کے کچھ ہی عرصے بعد اورینٹ پریس آف انڈیا کو جوائن کر لیا۔1944ء میں جب قائداعظمؒ چھٹیاں گزارنے سری نگر آئے تو آپ بحیثیت نمائندہ اورینٹ ایجنسی ان سے ملنے پہنچ گئے۔دوران ملاقات قائداعظمؒ کے ایچ خورشید کی قابلیت اور خوداعتمادی کے معترف ہو گئے اور انہیں اپنے سٹاف میں شامل ہونے کی دعوت دی جسے انہوں نے فی الفور قبول کر لیا۔ایک موقع پر جب مسلم پارک نوہٹہ سری نگر میں قائداعظم نے کے ایچ خورشید کی ایک تقریر سنی تو اسی لمحے ایک اہم ذمے داری سونپنے کا فیصلہ کر لیا۔ان دنوں مسٹر لوب قائداعظمؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔بحیثیت سیکرٹری مسٹر لوب کو قائدؒ کی انگریزی تقاریر کا اردو میں ترجمہ کرنا ہوتا تھا جو ان کیلئے قدرے دقت کا باعث تھا۔کے ایچ خورشید نے ازخود یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی۔4 جولائی 1944ء کو آپ نے باقاعدہ طور پر قائداعظمؒ کے پرائیویٹ سیکریٹری کا چارج سنبھال لیا۔آپ 1944ء سے 1948ء تک قائداعظمؒ کیلئے کام کرتے رہے۔

قائداعظمؒ جب چھٹیاں گزار کر واپس بمبئی جانے لگے تو اس وقت دلچسپ صورتحال پیدا ہو گئی جب کے ایچ خورشید کے والد ان کو بمبئی بھیجنے پر ہچکچائے کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو مزید تعلیم دلانے کے خواہاں تھے اور انہیں بیرسٹر بنانا چاہتے تھے۔مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ نے 1954ء میں انہیں "لنکن ان'' سے بار ایٹ لاء کیلئے انگلستان بھجوا دیا۔جہاں سے خود قائداعظم نے بیرسٹری کی تعلیم مکمل کی تھی۔یوں والد کا خواب تکمیل کو پہنچا اور کے ایچ خورشید اب "بیرسٹر کے ایچ خورشید'' بن چکے تھے۔

اکتوبر 1947ء میں قائداعظمؒ نے انہیں ایک مشن پر سری نگر بھیجا جہاں ان کی شیخ عبداللہ سے ملاقات طے تھی۔لیکن ہندو ذہنیت نے اپنا رنگ دکھایا اور 2 نومبر 1947ء کو انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔قائداعظمؒ نے پنڈت جواہر لعل نہرو کو ایک خط لکھا کہ میرا کام متاثر ہو رہا ہے لہٰذا میرے سیکریٹری کو رہا کیا جائے لیکن نہرو مسلسل ٹال مٹول سے کام لیتا رہا حتیٰ کہ قائداعظمؒ بیماری کا مقابلہ کرتے کرتے خالق حقیقی سے جا ملے۔جیل کے اندر کے ایچ خورشید قائداعظمؒ کی وفات سے بےخبر رہے۔

قائداعظمؒ کی وفات کے بعد محترمہ فاطمہ جناح نے خورشید صاحب کی رہائی کی کوششیں جاری رکھیں۔چنانچہ بعد ازاں اگست 1949ء کو انہیں ہندوستانی بریگیڈیئر گنسارا سنگھ کے بدلے میں رہا کر دیا گیا۔رہائی کے بعد کے ایچ خورشید قائداعظمؒ کا ساتھ چھوٹ جانے کے سبب رنجیدہ رہنے لگے کچھ عرصہ بعد سیاست کو خیرآباد کہہ دیا اور واپس صحافت کی دنیا میں آ گئے اور اپنا ذاتی اخبار "دی گارڈین'' نکالا۔جو چند ناگزیر حالات کے سبب بند کرنا پڑا۔قائداعظم کی وفات کے بعد بیگم کے ایچ خورشید کا زیادہ وقت محترمہ فاطمہ جناح کیساتھ گزرا۔بلکہ جب محترمہ فاطمہ جناح نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو بیگم خورشید ان کی مددگار کی حیثیت سے سرگرم رہیں۔

1959ء میں جب ایوب خان نے کے ایچ خورشید کو آزاد کشمیر کی صدارت کی دعوت دی تو انہوں نے محترمہ فاطمہ جناح سے اس پیشکش کا ذکر کیا،محترمہ نے کہا کہ یہ

پیشکش قبول کر لینی چاہیئے۔ان کا موقف تھا کہ اس طرح آپ کشمیر کی بہتر خدمت کر سکیں گے۔ چنانچہ 1954ء میں آپ آزاد کشمیر کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔صدر بننے کے بعد آپ نے ترقیاتی کاموں بالخصوص سڑکوں کا جال بچھادیا، جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا،عوام کو ووٹ کا حق دلایا جس سے سیاستدانوں کوعوام کی دہلیز پر لا کھڑا کیا۔جس کے سبب کشمیری انہیں "خورشید ملت'' کے لقب سے یادکرتے ہیں۔1964ء میں جب محترمہ نے ایوب خان کیخلاف الیکشن لڑنے کا اعلان کیا تو اس وقت کے ایچ خورشید عہدہ صدارت سے الگ ہو چکے تھے اور محترمہ فاطمہ جناح کی انتخابی مہم کی انتظامی کمیٹی کی سر براہی سنبھال چکے تھے۔آپ آخری دم تک کرائے کے مکان میں رہے، ذاتی گاڑی نہ ہونے کے باعث پبلک ٹرانسپورٹ پر سفر کرتے تھے۔سادگی اور قناعت پسندی کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں کہ جب 11 مارچ 1988ء کو اپنے دوست کی گاڑی میں میر پور سے لاہور جارہے تھے۔جہلم میں کچھ لوگ ملنے کیلئے انتظار کر رہے تھے چنانچہ آپ نے ساتھ آئے دوست کو یہ کہہ کر گاڑی واپس کر دی کہ اب اگلا سفر میں بس میں کروں گا۔باوجود دوست کے اصرار کے پبلک ٹرانسپورٹ میں بیٹھ گئے۔اور گوجرانوالہ کے قریب تیز رفتاری کے باعث انکی بس ایک درخت سے ٹکرا گئی اور خالق حقیقی سے جا ملے۔وفات کے وقت قائداعظمؒ کے اس محبّ وطن ساتھی کی جیب سے صرف 37 روپے اور چند سکے برآمد ہوئے۔

21 مئی۔۔۔یوم شہادت میر واعظ مولوی محمد فاروق

مولوی محمد فاروق شہید کا تعلق ریاست جموں و کشمیر کے ممتاز دینی گھرانے میر واعظ خاندان سے ہے۔مولوی محمد فاروق شہید 14 دسمبر 1944 کو سرینگر میں پیدا ہوئے۔آپ کو صرف 18 برس کی عمر میں ہی نائب میر واعظ کشمیر کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔جب میر واعظ

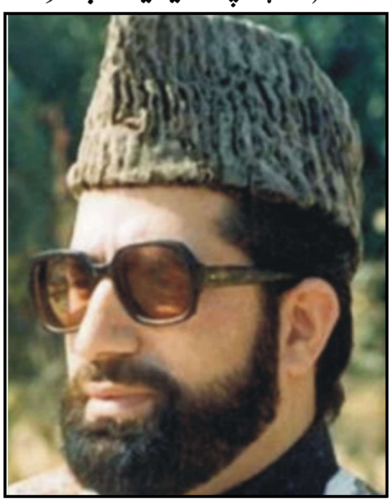

کشمیر مولانا محمد یوسف شاہ کشمیر سے راولپنڈی آ گئے تو مولوی محمد فاروق کو میر واعظ کشمیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا گیا۔دستار بندی کی تقریب جامع مسجد سرینگر میں منعقد ہوئی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔میر واعظ مولوی محمد فاروق شہید شعلہ بیان مقرر تھے آپ کی آواز دلوں میں گھر کر جاتی۔آپ کی تقریریں اور بیانات کشمیریوں کے دلوں میں امید کے دیے روشن کرتے تھے۔آپ کشمیریوں کے ممتاز مذہبی، سیاسی، حریت رہنما اور ماہر تعلیم تھے۔آپ نے ایک جانب سرینگر میں موجود قدیم خاندانی خانقاہ سے مسلمانان کشمیر کی مذہبی و دینی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا تو دوسری جانب ڈوگرہ عہد میں اپنے دادا غلام رسول شاہ کی قائم کردہ انجمن نصرت الاسلام کے پلیٹ فارم سے عوام کی تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے لیے شبانہ روز مصروف عمل رہے۔1963 میں جب موئے مبارک کی چوری کا سانحہ پیش آیا تو میر واعظ مولوی محمد فاروق کا قائدانہ کردار کھل کر سامنے آیا۔آپ نے اس سانحہ کے بعد کشمیر کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا۔موئے مبارک کی واپسی کے لئے مشترکہ ایکشن کمیٹی قائم کی گئی تو آپ کو اس کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔اسی عوامی ایکشن کمیٹی نے حق خودارادیت کی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔میر واعظ مولوی محمد فاروق شہید نے جدوجہد آزادی کو موثر انداز میں آگے بڑھانے کے لئے "حریت" اور ہفت روزہ "حرف حق" کے نام سے دو اخبار بھی شائع کئے۔آپ نے جدوجہد آزادی میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔بھارتی سرکار نے آپ کو تحریک آزادی کشمیر کے مطالبے سے دستبردار ہونے کے لئے عہدوں پیشکش کی لیکن آپ نے تخت وتاج کی پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔میر واعظ مولوی محمد فاروق شہید کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ بھارت مقبوضہ کشمیر کے عوام کو حق خودارادیت دے تاکہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کر سکیں۔انھوں نے تحریکی سرگرمیوں کا آغاز نوجوانی کے دور میں ہی کر دیا تھا اور تب آپ "نوجوان فاروق" کے لقب سے مقبول رہنما تھے میر واعظ مولوی محمد فاروق کو 21 مئی 1990 کو اس وقت شہید کر دیا گیا جب وہ اپنے رہائش گاہ پر موجود تھے۔شہید کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔شہید کی نماز جنازہ کا جلوس دیکھ کر بھارتی فوج بوکھلا اٹھی۔شہید کی نماز جنازہ کے جلوس پر قابض بھارتی فوج نے فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجہ میں 60 سے زائد کشمیریوں نے جام شہادت نوش کیا اور سینکڑوں افراد زخمی ہو گئے۔بھارتی فوج کی اس بربریت کے دوران شہید کی

میت پر بھی 7 گولیاں لگیں۔ بھارتی حکومت اوراس کی قابض فوج کا خیال تھا کہ وہ میر واعظ مولوی محمد فاروق کوشہید کر کے آزادی کے نعرے کو دبا دے گی لیکن ان کی شہادت کے بعد تحریک آزادی کشمیر میں مزید شدت آگئی۔ ان کی شاندار خدمات کے اعتراف میں قوم کے جانب سے انہیں "شہید ملت" کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس عظیم حریت راہنماء کی خدمات کوخراج عقیدت پیش کرنے کے 21 مئی کوان کی برسی عقیدت واحترام کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

21 مئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یوم شہادت خواجہ عبدالغنی لون شہید۔

خواجہ عبدالغنی لون ایک ممتاز قانون دان، سیاست دان اور حریت پسند رہنما تھے۔ جو 6 مئی 1932ء کومقبوضہ کشمیر کے ضلع کپواڑہ

میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی سکول سے حاصل کی۔ ایس پی کالج سرینگر سے گریجویشن کی اور قانون کی تعلیم علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ 1967 میں عبدالغنی لون نے کانگریس کے پلیٹ فارم سے ریاستی اسمبلی کے انتخابات میں شمولیت سے سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ آپ نے 1967 کے انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور کابینہ میں بھی شامل رہے۔ لیکن جب آپ کوعلم ہوا کہ تحریک آزادی کشمیر کے لئے موثر اور فیصلہ کن جدوجہد کی ضرورت ہے تو آپ نے 1978 پیپلز کانفرنس کے نام سے ایک جماعت تشکیل دے کرتحریک حریت میں شمولیت اختیار کر لی۔ خواجہ عبدالغنی لون شہید بااصول، نڈر، جرات منداور بے باک لیڈر تھے۔ آپ نے ہمیشہ حق وصداقت کی سیاست کی۔ حکومت میں شامل رہنے کے دوران آپ کو بھارت، قابض فوج اور کٹھ پتلی سرکار کی طرف سے کشمیریوں پر مظالم کے طریقہ واردات کا پوری طرح علم ہوا۔ ان مظالم کے مشاہدے کے بعد آپ چین سے نہیں بیٹھے۔ اس زمانے میں مقبوضہ کشمیر کے دیہی علاقوں کے عوام بلخصوص تعلیم یافتہ نوجوانوں کومکمل طور پرنظرانداز کیا جاتا۔ آپ نے سیاسی جدوجہد کے دوران دیہی علاقوں کے نوجوانوں پرزور دیا کہ وہ اعلیٰ تعلیم کی طرف آئیں تا کہ یہ نوجوان بھی ڈاکٹر انجیئر اور پروفیسر بن سکیں۔ آپ نے ہمیشہ بھارت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ جرأت، بہادری، صاف گوئی اور حق بات کہنے میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ شہید نے عملی جدوجہد کے دوران کشمیر کے کونے کونے میں جا کرتحریک آزادی کشمیر کومنظم کیا اور حریت پسندوں کی سرپرستی کی۔ تحریک کے انتہائی نازک اور مشکل حالات میں بھی کشمیری عوام اور حریت پسندوں کی حوصلہ افزائی کی۔ آپ شہداء کشمیر کے گھر گھر جا کرانھیں تسلی دیتے۔ آپ نے تحریک آزادی کشمیر کو بین الاقوامی سطح پراجاگر کرنے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا اور بھارتی فوج کی طرف سے مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کواقوام متحدہ اور عالمی اداروں کے سامنے بے نقاب کیا۔ شہید نے کل جماعتی حریت کانفرنس کہ تشکیل اوراس کوفعال بنانے میں جاندار کردار ادا کیا۔ آپ نے سعودی عرب، ایران اور دیگر مما لک کے دورے کئے اور مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی طرف سے انسانی حقوق کی سنگین پامالیوں، نہتے عوام پرظلم وجبر کو بے نقاب کیا۔ ان دوروں کے دوران شہید نے کشمیریوں کے حق خوادارد یت کو بھی بے باک انداز میں اجاگر کیا۔ خواجہ عبدالغنی لون شہید نے آزاد کشمیر اور پاکستان کا بھی دورہ کیا۔ یہاں کی سیاسی اور مذہبی قیادت سول سوسائٹی، وکلاء سمیت تمام مکاتب فکر کے افراد سے ملاقاتیں کیں، بارایسوسی ایشنز سے خطاب کیا۔ خواجہ عبدالغنی لون شہید نے 1988 کے بعد شروع ہونے والی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کی جرأت بے باکی اور حق بات بھارتی حکمرانوں اوران کے آلہ کراوں کو پسند نہ تھی چنانچہ آپ کوراستے سے ہٹانے کی شازشیں شروع کردی گئیں۔ شہید نے سیاسی پلیٹ فارم سے تحریک حریت کے دوران بھارت کومسلسل مجبور کیا کہ وہ کشمیر میں سے اپنے فوجیں نکال کرانھیں ازلی اورابدی حق دے کیونکہ کشمیریوں نے بھارت کے غاصبانہ اقدامات کوقبول نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی کہ عبدالغنی لون کے بیانات، ان کی سرگرمیوں اوران کے عزائم سے بھارت اور بھارت نواز حلقے شدید

برخاش کھاتے تھے۔وہ 70 سال کے ایک بوڑھے حریت رہنما سے سخت خوفزدہ تھے۔خواجہ عبدالغنی لون 21 مئی 2002 کو حریت رہنما میر واعظ مولوی محمد فاروق کی برسی میں شریک تھے کہ اسی دوران پولیس کی وردیوں میں ملبوس مسلح افراد نے ان پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں عبدالغنی لون اور ان کا ایک محافظ شہید ہو گئے۔شہید کی برسی ہر سال 21 مئی کو منائی جاتی ہے اور ان کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے

۔

16 رمضان المبارک۔۔۔یوم وفات میر واعظ مولوی محمد یوسف شاہ۔

میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ ممتاز سیاسی و مذہبی رہنما اور تحریک آزادی کشمیر کے صف اول کے قائد تھے۔آپ قافلہ آزادی کے

اولین سالاروں میں شامل ہیں۔19 فروری 1894 کو مقبوضہ کشمیر کے علاقے راجوری میں غلام رسول شاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ابھی 10 برس کے تھے کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔جس کے بعد چچا میر واعظ مولوی احمد اللہ اور مولوی عتیق اللہ کے زیر کفالت آ گئے جنہوں نے آپ کی پرورش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔مذہبی تعلیم دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی جہاں آپ کو عظیم کشمیری سکالر علامہ انور شاہ کشمیری سے اکتساب فیض کا موقعہ بخوبی میسر آیا۔دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ لاہور تشریف لے گئے جہاں پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کی سند حاصل کی۔دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران آپ تحریک خلافت میں شریک رہے چنانچہ جب 1924 میں آپ واپس آبائی وطن پہنچے تو یہاں بھی آپ نے ایک خلافت کمیٹی قائم کی اور اس سلسلے میں ہر گھر میں جا کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔آپ کے والد نے مستحق کشمیریوں کی مدد کے لیے ایک فلاحی جماعت انجمن نصرت الاسلام قائم کر رکھی تھی چنانچہ اس جماعت کے صدر کی حیثیت سے آپ نے سرینگر میں علی گڑھ کالج کی طرز پر اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی جہاں مولوی فاضل،ادیب فاضل اور منشی فاضل کی تعلیم دی جاتی تھی۔وطن واپسی کے بعد آپ نے ڈوگرہ مظالم کا شکار کشمیری مسلمانوں کی دادرسی اور ان کی مدد کے لیے خود کو وقف کر دیا۔چنانچہ اس دوران آپ نے بھرپور کوششیں کی کہ ڈوگرہ حکومت ریاست کی اکثریتی آبادی کے حامل مسلمانان کشمیر کو ان کے جائز حقوق دینے کی بابت ضروری اقدامات اٹھائے۔13 جولائی 1931 کو سرینگر سنٹرل جیل کے باہر خونیں سانحہ میں شہید ہونے والے 22 مسلمانوں کے جسد خاکی جب مرکزی مسجد میں پہنچائے گئے تو میر واعظ نے اعلان کیا کہ ان شہداء کو بڑے اعزاز کے ساتھ صوفی بزرگ نقش بند صاحب کے مزار کے احاطے میں مدفون کیا جائے گا۔قیام پاکستان کے بعد میر واعظ مولوی یوسف شاہ لاہور تشریف لائے تا کہ قائداعظم سے مشاورت کے بعد آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔واپسی پر بھارتی حکومت نے ان کا کشمیر میں داخلہ بند کر دیا۔آپ نے تحریک آزادی کشمیر کے بیس کیمپ میں رہ کر ہی تحریک آزادی کی کامیابی کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔24 اکتوبر 1947 کو قائم ہونے والی آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کی کابینہ میں آپ کو وزارت تعلیم کا قلم دان سونپا گیا۔آپ 1951 اور 1956 کے دوران مختصر وقت کے لیے آزاد کشمیر کے منصب صدارت پر فائز رہے۔میر واعظ مولوی محمد یوسف شاہ نے 1964 کے دوران اعلی سطحی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے اسلامی اور یورپی ممالک کا دورہ کیا اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت کشمیریوں کو ان کے ازلی پیدائشی حق ''حق خودارادیت'' کے حوالے سے تفصیلی طور پر آگاہ کیا۔تحریک آزادی کشمیر کے لئے آپ نے دینی اور سیاسی محاذ پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور قوم کی راہنمائی کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔آپ کی وفات 16 رمضان المبارک 1968 کو ہوئی۔وصیت کے مطابق آپ کو مظفرآباد میں امانتاً دفن کیا گیا تا کہ جب کشمیر کا باقی ماندہ حصہ بھارتی تسلط سے آزاد ہو جائے تو آپ کے جسد خاکی کو سرینگر میں واقع خاندانی قبرستان میں دفن کیا جا سکے۔آپ کا مزار کے۔ایچ خورشید مرحوم کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔آپ کی برسی ہر سال سرکاری

سطح پر 16 رمضان کو عقیدت واحترام سے منائی جاتی ہے۔

08 جولائی۔۔۔یوم شہادت برہان مظفر وانی شہید

حالیہ تحریک آزادی کشمیر کے آغاز کار نوجوان مجاہد کمانڈر برہان مظفر وانی کا یوم شہادت ہر سال 08 جولائی کا منایا جاتا ہے۔

برہان 08 جولائی 2016 کو مقبوضہ کشمیر کے گاؤں بم دورا کوکرناگ کے علاقے میں بھارتی فوج کے ساتھ مقابلے میں دو ساتھیوں سمیت شہید ہوگئے تھے۔برہان مظفر وانی 1994 میں مقبوضہ کشمیر کے علاقے پلوامہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے آپ کے والد مظفر وانی ایک ہائیر سیکنڈری سکول کے پرنسپل اور والدہ میمونہ مظفر وانی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور گاوں میں بچوں کے لیے قرآن پاک کی تدریس سے منسلک تھیں۔برہان ابھی 16 برس کے تھے کہ انہیں اپنے ایک دوست کے ہمراہ بھارتی فوج نے زبردست تشدد کا نشانہ بنایا۔اس سے قبل برہان اپنی آنکھوں سے بھارت کے خوفناک مظالم کا مشاہدہ کرتے آئے تھے۔جب انہیں خود اس ظلم وتشدد کا نشانہ بننا پڑا تو ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔انہوں نے قابض بھارتی فوج کو اپنے وطن سے نکالنے کے لیے ہاتھوں میں بندوق اٹھالی اور اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ عملی جدوجہد میں شامل ہو گئے۔وہ بھرپور صلاحیتوں کے مالک تھے اور انہوں نے جہاد کی نئی راہ کا راہی بنتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔انہوں نے بیرونی دنیا کو واضح پیغام دیا کہ تحریک آزادی کشمیر صرف اور صرف کشمیری عوام اور نوجوان ہی لڑ رہے ہیں اور انہیں بیرونی دنیا کی صرف اخلاقی و سفارتی حمایت ہی حاصل ہے۔برہان نے جب جام شہادت نوش کیا تب ان کی عمر صرف 22 برس تھی۔وہ کشمیری نوجوانوں میں بے حد مقبول تھے۔اس کی وجہ برہان کی ایسی سرگرمیاں تھیں جو وہ اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے سرانجام دے رہے تھے۔یہ سرگرمیاں جہادی نوعیت کی تھیں اور برہان سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اپنی سرگرمیوں کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کرتے ہوئے نوجوانوں کے جذبہ حریت کو اور زیادہ مہمیز عطا کر رہے تھے۔برہان مظفر وانی نے صرف جہادی سرگرمیوں میں ہی اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال نہیں کیا بلکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ شوشل میڈیا واحد ایسا ہتھیار ہے جس کی مدد سے ایک جانب کشمیری نوجوانوں کو جہاد کی جانب راغب کیا جاسکتا ہے اور دوسری جانب کشمیر میں جاری بھارتی مظالم کی تصویرکشی کرتے ہوئے بیرونی دنیا کو براہ راست آگاہی فراہم کی جاسکتی ہے۔یوں یہ تحریک آزادی کشمیر میں سوشل میڈیا کا پہلی بار جہادی استعمال تھا جس نے بھارتی فوج کی راتوں کی نیندیں حرام کر ڈالیں۔برہان نے چھوٹی سے عمر میں ہی اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے جہاد کشمیر کو ایک نیا رخ دے ڈالا۔ایک جانب وہ بندوق ہاتھ میں لئے بھارتی فوج سے مقابلہ کر رہے ہوتے تو دوسری جانب بھارتی مظالم کی تصویرکشی کرتے ہوئے وڈیوز وغیرہ فوری طور پر سوشل میڈیا پر ڈال دیتے جو آناً فاناً کشمیر اور کشمیر سے باہر کی دنیا تک پہنچ جاتیں ۔برہان نے کشمیر کے لاکھوں نوجوانوں کو سمجھا دیا تھا کہ اب انہوں نے آزادی کی جنگ کو کس طرح لڑنا ہے اور عالمی برادری کو کس طرح آگاہ کرنا ہے اور بھارت کشمیر میں کس نوعیت کے سنگین جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔برہان بھارتی فوج کے ساتھ مقابلوں کی وڈیوز سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرتے ہوئے کشمیری نوجوانوں سے درخواست کرتے کہ وہ بھی آزادی کے حصول کے لیے ہاتھوں میں بندوق تھام لیں چنانچہ ان کی اس دعوت پر درجنوں نے لبیک کہا۔یہ بھارتی فوج سے لڑنے اور اس کی سرگرمیوں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ کشمیری نوجوانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا ایک بالکل نیا طریقہ تھا۔یہ ایک ایسا کارگر ہتھیار تھا جس کا کوئی توڑ بھارتی فوج کے پاس نہیں تھا۔ان کے نزدیک برہان کو ختم کر کے ہی اس ہتھیار کو مفلوج کیا جاسکتا تھا چنانچہ برہان کے سر کی قیمت 10 لاکھ روپیہ مقرر کر دی گئی تاکہ کوئی مخبری کرتے ہوئے ان کی گرفتاری یا شہادت کا باعث بن جائے لیکن غیرت مند قوم کے غیور لوگوں نے اس پیش کش کو بری طرح ٹھکرا دیا اور برہان آزادانہ اپنی

سرگرمیوں کی جاری رکھتے ہوئے بھارتی فوج کوناکوں چنے چبواتے رہے۔08 جولائی کی شام کو بھارتی فوج نے دیگرسکیورٹی فورسز کے ہمراہ برہان اوران کے ساتھیوں کوکوکرناگ کے ہی گاؤں بم دورا میں گھیرلیااور فائرنگ کا تبادلہ شروع ہوگیا دیہاتیوں نے مجاہدین کا دفاع کرتے ہوئے فوج پرسنگ باری شروع کردی لیکن گولیوں کے سامنے پتھروں کی پیش نہ چلی اور دو گھنٹے کے مقابلے کے بعد برہان اپنے دوساتھیوں کے ہمراہ زبردست مقابلے کے بعد جام شہادت نوش کرگئے ان کی شہادت کے بعد جب نعش دیکھی گئی تب بھارتی فوج کومعلوم ہوا کہ انہوں نے جن افراد کوعام مجاہد سمجھ کرشہید کیا ہے ان میں ایک کمانڈر اور کشمیری نوجوانوں کا محبوب ہیرو بھی موجود ہے۔وزیراعظم پاکستان (وقت) محمد نوازشریف نے 21 ستمبر 2016 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کے دوران برہان کونوجوانوں کا رہنما کا خطاب دیتے ہوئے اسے کشمیر کی حالیہ تحریک کا آغاز کارقرار دیا۔

10 جولائی۔۔۔یوم وفات سردار محمد عبدالقیوم خان

سردار محمد عبدالقیوم خان موجودہ ضلع باغ کے ایک گاؤں غازی آباد جو پہلے جولی چیڑ کہلاتا تھا میں 1924 میں پیدا ہوئے ان کے والد سردار عبداللہ خان برطانوی ہند کی فوج میں صوبیدار تھے۔سردار عبدالقیوم خان نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول کھیالہ دھیرکوٹ سے حاصل کی

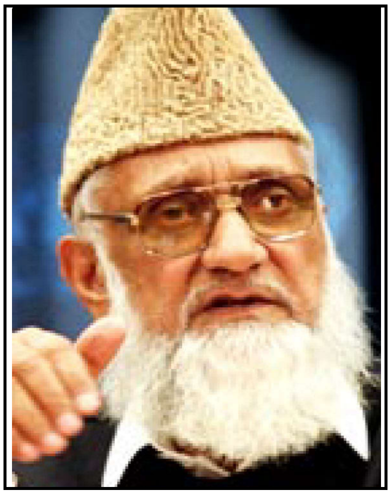

1941 میں انھوں نے سٹیٹ ہائی سکول پونچھ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا وہ ایک غیر معمولی ذہین وفطین طالب علم تھے۔گھریلو ماحول انتہائی مذہبی تھااس لیے آپ کی مذہبی تعلیم و تربیت گھر پرہی ہوئی تھی۔اس مذہبی ماحول اور تربیت کا اثران کی ساری سیاسی جدوجہد میں نمایاں رہا۔سردار عبدالقیوم خان نے 1947 کو ڈوگرہ مہاراجہ کے خلاف جدوجہد آزادی کی قیادت کی۔آپ نے جہاد کشمیر میں بنفس نفیس حصہ لیا۔ایک بریگیڈ کی کمانڈ کی جو بعد میں قیوم بریگیڈ کہلائی۔سیر فائر کے بعد آپ نے سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کیااور آزاد کشمیراور پاکستان کی سیاست میں اپنی صلاحیتوں کا اپنا لوہا منوایا۔سردار محمد عبدالقیوم خان اصول پسند، باجرات اورفہم وفراست رکھنے والے سیاست دان تھے۔آپ آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے متعدد بار صدر، سپریم ہیڈ اور قومی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین کے منصب پر فائز ہونے کے علاوہ آزاد کشمیر کے تین مرتبہ صدر اور وزیراعظم کے منصب پر بھی فائز رہے۔پہلی مرتبہ 08 ستمبر 1956 تا 12 اپریل 1957،دوسری مرتبہ 12 اکتوبر 1970 تا 15 اپریل 1975،تیسری مرتبہ 30 ستمبر 1985 تا 19 جولائی 1991 تک مسند صدارت پر فائز رہے اور 06 جولائی 1991 تا 29 جولائی 1996 تک وزیراعظم کے منصب پر فائز رہے۔آزاد کشمیر میں اداروں کا قیام واستحکام آپ کی محنت وریاضت کا ہی نتیجہ ہے۔بین الاقوامی اداروں کوتعمیر وترقی کے لئے آزاد کشمیر تک آپ نے رسائی دی۔آپ نے 1970 میں سرکاری طور پر کشمیر بنے گا پاکستان کا نعرہ متعارف کرایا۔آپ نظریہ الحاق پاکستان کے داعی تھے اور ساری عمر اسی نظریے کے لئے وقف رکھی۔آزاد کشمیر کے سرکاری ملازمین کو پنجاب کی طرز پر مراعات دیں۔قادیانیوں کوغیرمسلم اقلیت قرار دلایا۔ آزاد کشمیر کے موجودہ سٹیٹس کے حصول میں سردار محمد عبدالقیوم خان کا بڑا حصہ ہے۔مسئلہ کشمیر کوقومی اور بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے کے لئے آپ نے ہمیشہ ہراول دستے کا کرداراداکیا۔تحریک آزادی کشمیر کوبین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے کے لئے آپ نے دنیا بھر کے دورے کیے اور دنیا کومسئلہ کشمیر کی حقیقت اور کشمیریوں کے موقف سے آگاہ کیا۔مجاہد اول نے مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھیں جن میں مقدمہ کشمیر،کشمیر بنے گا پاکستان، فتنہ انکارسنت،اچھی حکمرانی،مذاکرات سے مارشل لاء تک شامل ہیں۔آپ 10 جولائی 2015 بمطابق 21 رمضان المبارک 1437 ہجری کو اس جہاں فانی سے رخصت ہوگئے۔جناب مجاہد اول کوملکی ملی خدمات اور بڑا قومی قائد کی حیثیت سے گارڈ آف آنرز پیش کرکے مسلح افواج پاکستان کے آفیسران اور جوانوں نے ہزاروں کشمیریوں کی

موجودگی میں انھیں اپنے آبائی گاؤں غازی آباد کے مقام پر لحد میں اتارا۔ان کی رحلت سے نہ صرف کشمیری بلکہ امت مسلمہ ایک مدبر اور عظیم لیڈر سے محروم ہوگئی ہر سال سرکاری سطح پر ان کی برسی عقیدت اور احترام سے منائی جاتی ہے۔

13 جولائی 1931۔۔۔یوم شہدائے کشمیر

13 جولائی 1931 کو تحریک آزادی کشمیر میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔یہی وہ دن ہے جس کے بعد کشمیریوں نے ڈوگرہ استبداد سے

آزادی حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ 13 جولائی 1931 کے واقعہ نے ریاست جموں وکشمیر کے عوام کے لئے ایک نئی سمت کا تعین کیا۔ 13 جولائی 1931 کے سانحہ سے قبل بھی کشمیر میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کے سانحات رونما ہو چکے تھے جن میں خطبہ عید کی بندش اور توہین قرآن کے سانحات سرفہرست ہیں ان سانحات کے رونما ہونے کے بعد کشمیری مسلمانوں میں غم وغصہ کی سخت لہر پیدا ہوگئی تھی اور کشمیری عوام سراپا احتجاج بن گئے۔جون 1931 کو ان سانحات کے خلاف جامع مسجد سرینگر کے صحن میں چار ہزار مسلمان جمع ہوئے۔اس جلسہ میں اگلے جمعتہ المبارک کو خانقاہ معلیٰ سرینگر میں جلسہ عام منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔21 جون 1931 کو خانقاہ معلیٰ میں جمعتہ المبارک کے موقع پر ایک لاکھ مسلمان جمع ہوئے۔نماز کے بعد عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔اس جلسہ میں کشمیری قیادت نے خطاب کیا۔ڈوگرہ شاہی کے مظالم،توہین قرآن اور مسلم دشمن پالیسی کے خلاف بھرپور انداز میں صدائے احتجاج بلند کی گئی۔اس جلسہ میں ایک قرارداد منظور کی گئی کہ مہاراجہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے جو مسلمانوں کے مطالبات پیش کرے۔یہ وفد دس نمائندوں پر مشتمل تھا۔جلسہ ختم ہوتے ہی ایک نوجوان سٹیج پر کھڑا ہوگیا اور ڈوگری حکومت کے خلاف زبردست تقریر کی۔اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ مسلمان بھائیو! یہی وقت ہے کہ ہمیں ظلم کے خاتمے کے لئے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہئے۔حکومت نے توہین قرآن کا معاملہ آپ کی مرضی کے مطابق حل نہیں کیا۔اس لئے ہمیں ظالم حکمرانوں کے خاف بہادری سے جہاد کرنا پڑے گا۔اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔اس کی تقریر مجاہدانہ اور پراثر تھی۔یہ نوجوان عبدالقدیر تھا اس کا تعلق امروہہ (اتر پردیش) سے تھا جو ایک انگریز فوجی افسر کا باورچی تھا۔ڈوگرہ حکومت نے عبدالقدیر کی تقریر کو باغیانہ قرار دیتے ہوئے اسے بغاوت کے مقدمہ میں گرفتار کرلیا۔سرینگر کی ایک سیشن جج پنڈت کشن لال کچلو کی عدالت میں عبدالقدیر کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا۔جب عبدالقدیر کو ڈوگرہ پولیس اپنی گاڑی میں عدالت لے جاتی تھی تو عوام اس کے دیدار کے لئے سڑکوں پر نکل آتے اور نعرہ تکبیر و عبدالقدیر زندہ باد کے نعرے لگاتے۔مقدمے کی سماعت کے دوران ہزاروں لوگ عدالت کے احاطہ میں جمع ہوگئے تھے۔عوام کا جم غفیر دیکھ کر جج خوف زدہ ہوگیا اور چند دنوں کے لئے عبدالقدیر کے مقدمہ کی سماعت ملتوی کردی۔حالات کے پیش نظر عدالت نے ایک حکم کے ذریعے عبدالقدیر کے مقدمے کی سماعت 13 جولائی 1931 کو سنٹرل جیل سرینگر کے بند کمرے میں کرنے کا فیصلہ کیا۔13 جولائی کو سرینگر اور اس کے مضافاتی علاقوں کے لوگوں کی بڑی تعداد پیدل چل کر علی الصبح ہی سنٹرل جیل کے احاطہ میں جمع ہوگئی۔جیل کی سیکیورٹی کے لئے ڈوگرہ فوج کی نفری تعینات کردی گئی اور مسلمانوں کو جیل کے احاطہ سے نکال دیا گیا۔عبدالقدیر کے وکیل کی ہدایت پر لوگ عدالت کے دروازے سے دور

ہوگئے اور خاموشی اختیار کر لی۔اس دوران کشمیر کا گورنر وہاں پہنچ گیا اس کے حکم پر صحن میں موجود پانچ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔مسلمانوں نے اس گرفتاری کے خلاف نعرے لگائے اور گرفتار افراد کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا۔لوگ دوبارہ صحن کے اندر داخل ہوئے اور مقدمے کی کارروائی سننے کی اجازت مانگی۔اسی اثناء میں گورنر نے نہتے مسلمانوں پر گولی چلانے کا حکم دیدیا۔جس کے نتیجہ میں 17 مسلمان موقع پر شہید ہوگئے اور 40 کے قریب زخمی ہوئے۔زخمیوں میں سے مزید 5 افراد جام شہادت نوش کر گئے۔اس طرح 13 جولائی 1931 کو 22 مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔یہ عصر کا وقت تھا اور ایک نوجوان نے جیل کی دیوار پر چڑھ کر اذان دینا شروع کر دی جسے گولی مار کر شہید کر دیا گیا اس طرح اذان کی تکمیل تک 11 جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔13 جولائی 1931 کو پیش آنے والا یہ سانحہ تحریک آزادی کشمیر کا عملی آغاز ثابت ہوا اور مسلمانان کشمیر ڈوگرہ سامراج کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور منظم جدوجہد شروع کر دی۔سانحہ 13 جولائی 1931 کے بعد ہی کشمیری مسلمانوں کی پہلی سیاسی جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔13 جولائی 1931 کو سنٹرل جیل،سری نگر کے باہر شہید ہونے والے کشمیریوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے دنیا بھر میں مقیم کشمیری ہر سال اس دن کو 'یوم شہدائے کشمیر' کے طور پر بھرپور طریقے سے مناتے ہیں۔13 جولائی 1931 کو کو شہادت کا رتبہ پانے والوں میں ۱۔غلام محمد حلوائی ۔۲۔غلام احمد کالباف۔۳۔عبدالخالق شورا۔۴۔شعبان جو مکئی۔۵۔سبحان خان۔۶۔غلام نبی کلوال۔۷۔غلام محمد صوفی۔۸۔غلام محمد نقاش۔۹۔غلام قادر بٹ۔۱۰۔احمد راتھر۔۱۱۔عبدالخالق۔۱۲۔غلام رسول درزی۔۱۳۔محمد اکبر۔۱۴۔احمد ڈار۔۱۵۔محمد رمضان۔۱۶۔امیر جو مکئی۔۱۷۔عبدالقادر۔۱۸۔ولی وانی۔۱۹۔محمد عثمان۔۲۰۔عبدالاحد۔۲۱۔غلام رسول ڈورا۔۲۲۔امیر جو جندا گارو شامل ہیں۔

19 جولائی۔۔۔یوم قرارداد الحاق پاکستان

19 جولائی 1947 کو آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی جنرل کونسل کا اجلاس سرینگر میں واقع آبی گزرگاہ سردار محمد ابراہیم خان کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔اس تاریخی اجلاس میں مندرجہ ذیل افراد نے شرکت کی ان میں ایسے نام بھی شامل ہیں جو جنرل کونسل کے اراکین نہیں تھے لیکن اجلاس میں شریک تھے۔

۱۔چوہدری حمید اللہ خان جموں ۲۔سردار محمد ابراہیم خان راولاکوٹ ۳۔چوہدری عبداللہ خان بھلی جموں ۴۔سردار عبدالرحیم خان درانی جموں ۵۔پروفیسر محمد اسحاق قریشی جموں ۶۔عبدالرحمان قریشی جموں ۷۔میجر علی احمد شاہ میرپور ۸۔چوہدری محمد یوسف میرپور ۹۔چوہدری نورحسین میرپور ۱۰۔ڈاکٹر محمد یعقوب ظفر میرپور ۱۱۔چوہدری محمد رفیق میرپور ۱۲۔چوہدری رحیم داد خان کوٹلی ۱۳۔راجہ افراسیاب خان کھوئی رٹہ کوٹلی ۱۴۔مرزا فقیر محمد راجوری ۱۵۔مولوی عبدالعزیز راجوری ۱۶۔مرزا عطاء اللہ راجوری ۱۷۔غلام محمد ملک بھدرواہ ۱۸۔سید نذیر حسین شاہ پونچھ ۱۹۔سردار یار محمد خان پونچھ ۲۰۔حافظ محمد یعقوب ہاشمی پونچھ ۲۱۔حاجی محمد پونچھ۔۲۲۔بشیر احمد قریشی پونچھ ۲۳۔سردار محمد لطیف خان (کھڑک) پونچھ ۲۴۔سید حسن شاہ گردیزی باغ ۲۵۔راجہ عبدالحمید خان مظفرآباد ۲۶۔خواجہ عبدالرحمان شاریاں مظفرآباد ۲۷۔خواجہ محمد عبداللہ بانڈے مظفرآباد ۲۸۔غلام رسول پنڈت مظفرآباد ۲۹۔منشی احمد دین بانہال ۳۰۔خواجہ غلام الدین وانی بارہ مولا ۔۳۱۔عنایت اللہ ککروبارہ مولا ۳۲۔خواجہ محمد یوسف صراف بارہ مولا ۳۳۔خواجہ غلام سرور شاہ بارہ مولا ۔۳۴۔خواجہ غلام محی الدین سوپور ۳۵۔خواجہ غلام محمد جیولر سرینگر ۳۶۔خواجہ غلام گلگار سرینگر ۳۷۔خواجہ غلام محی الدین ترمبو سرینگر ۳۸۔خواجہ غلام احمد ترالی اسلام آباد ۳۹۔مولوی نورالدین شاہ سرینگر ۴۰۔عبدالغفار گوجری سرینگر ۴۱۔حاجی جلال الدین چرارشریف ۴۲۔محمد یوسف شاہ چرارشریف ۴۳۔عبدالغنی ریٹھو سرینگر ۴۴۔منشی ضیاءالدین بخاری بڈگام ۴۵۔خواجہ ثناءاللہ شمیم سوپور ۴۶۔سردار طیب شاہ سرینگر ۴۷۔خواجہ احمد اللہ رعنا سرینگر ۴۸۔خواجہ محمد عبداللہ سرینگر۔

قرارداد الحاق پاکستان کا متن:۔

۱۔آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا یہ کنونشن اس قرارداد کے ذریعے قیام پاکستان پر اپنے اطمینان قلبی کا اظہار کرتے ہوئے

قائداعظم کومبارک باد پیش کرتا ہے۔

۲۔ برصغیر کی ریاستوں کے عوام کو یہ امید تھی کہ وہ برطانوی ہندوستان کے دوسرے باشندوں کے شانہ بشانہ قومی آزادی کے مقاصد کو حاصل کریں گے اور تقسیم ہندوستان کے ساتھ جہاں برطانوی ہندوستان کے تمام باشندے آزادی سے ہمکنار ہوئے وہاں 03 جون 1947 کے اعلان نے برصغیر کی نیم خودمختار ریاستوں کے حکمرانوں کے ہاتھ مضبوط کیے ہیں اور جب تک یہ مطلق العنان حکمران وقت کے جدید تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے ہندوستانی ریاستوں کے عوام کا مستقبل بھی بالکل تاریک رہے گا۔ان حالات میں ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے سامنے صرف تین راستے ہیں (1) ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق (2) ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق (3) ایک خودمختار ریاست کا قیام۔

۳۔ مسلم کانفرنس کا یہ کنونشن بڑے غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جغرافیائی لسانی ،ثقافتی اور مذہبی اعتبار سے ریاست کا پاکستان سے الحاق نہایت ضروری ہے کیونکہ ریاست کی آبادی کا 80 فیصد حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے اور پاکستان کے تمام بڑے دریا جن کی گزرگاہ پنجاب ہے ان کے منبع وادی کشمیر میں ہیں ریاست کے عوام بھی پاکستان کے عوام کے ساتھ مذہبی ،ثقافتی اور اقتصادی رشتوں میں مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ریاست کا الحاق پاکستان سے کیا جائے۔

۴۔ یہ کنونشن مہاراجہ سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ کشمیری عوام کو مکمل داخلی خودمختاری دی جائے اور مہاراجہ ریاست کے آئینی سربراہ کی حیثیت اختیار کرتے ہوئے ریاست میں ایک نمائندہ قانون ساز اسمبلی تشکیل دے اور دفاع ،مواصلات اور امور خارجہ کے محکمے پاکستان دستور ساز اسمبلی کے سپرد کیے جائیں۔

کنونشن یہ قرار دیتا ہے کہ اگر حکومت کشمیر نے ہمارے یہ مطالبے تسلیم نہ کیے اور مسلم کانفرنس کے اس مشورے پر کسی داخلی یا رخارجی دباؤ کے تحت عمل نہ کیا گیا اور ریاست کا الحاق ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے ساتھ کر دیا گیا تو کشمیری عوام اس فیصلے کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنی تحریک آزادی پورے جوش وخروش سے جاری رکھیں گے۔

مسلم کانفرنس کے درج بالا اجلاس منعقدہ 19 جولائی 1947 میں چوہدری غلام عباس جیل میں ہونے کے باعث شرکت نہیں کر سکے تھے تاہم وہ اول دن سے ہی الحاق پاکستان کے بھرپور داعی تھے۔اس کا ایک اندازہ ان کے ایک بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے اجلاس منعقدہ 17,18,19 اپریل 1942 کے اجلاس میں کیا۔انہوں نے واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم مہاراجہ ہری سنگھ اور اس کے وزیراعظم کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ کشمیر کے 35 لاکھ مسلمان ریاست کو صرف اور صرف پاکستان کا اٹوٹ انگ سمجھتے ہیں اور یہ کہ وہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن قبول نہیں کریں گے۔

قرارداد الحاق پاکستان کی منظوری کے بعد کشمیریوں کے لئے ایک واضح منزل کا تعین ہو گیا۔مقصد اور لائحہ عمل کے اعتبار کے سے 19 جولائی 1947 کی قرارداد الحاق پاکستان کو تحریک آزادی کشمیر میں وہی اہمیت حاصل ہے جو قیام پاکستان میں قرارداد پاکستان کو حاصل ہے۔قرارداد الحاق پاکستان منظور کر کے کشمیریوں نے جہاں ہندو وفرنگی سازشوں کو ناکام بنانے میں اہم اقدام کیا وہاں تحریک کشمیر کو ایک منزل بھی عطا کی اور اس منزل تک پہنچنے کا جذبہ بھی بخشا۔قرارداد الحاق پاکستان کی روشنی میں 19 جولائی کو ہر سال کشمیری عوام دنیا بھر میں بھرپور انداز میں یوم الحاق پاکستان مناتے ہیں۔یہ تاریخ تحریک آزادی کشمیر کا اہم ترین دن ہے۔

<u>31 جولائی۔۔۔یوم وفات غازی ملت جناب سردار محمد ابراہیم خان</u>

غازی ملت سردار محمد ابراہیم خان ریاست جموں وکشمیر کی انقلابی حکومت کے پہلے صدر ہیں۔سردار محمد ابراہیم خان 22 اپریل 1915 کو ضلع پونچھ کے گاؤں ہورنہ میرہ کے سدھن قبیلے میں پیدا ہوئے۔مقامی ہائی سکول سے میٹرک ،اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے

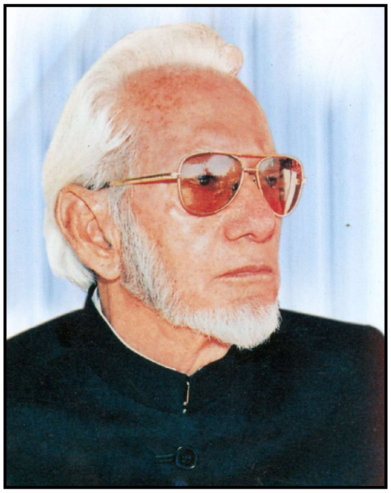

، پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی اور 1942 میں برطانیہ کی لنکنز ان یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کی ڈگری حاصل کی۔ وطن واپسی پر میر پور میں پبلک پراسیکیوٹر کی حیثیت سے پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کیا۔ بعدازاں اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے منصب پر ترقی پا کر جموں تشریف لے گئے۔ یہ تحریک آزادی کشمیر کے عروج کا زمانہ تھا اور ہر طرف نئے جذبوں اور نئے ترنگوں کی گرمائش سے ہر شخص متاثر ہو رہا تھا چنانچہ آپ بھی اس فضا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ملازمت سے استعفیٰ دے کر سیاسی سرگرمیوں میں پوری تن دہی کے ساتھ شریک ہوگئے۔ آپ کی سیاسی سرگرمیوں کا محور و مرکز ڈوگرہ استبداد میں ظلم و جبر کا شکار کشمیری مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ آپ نے کشمیری مسلمانوں کے حقوق کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ریاست جموں وکشمیر میں جب آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس نے ڈوگرہ استبداد سے آزادی کے لئے فیصلہ کن جدوجہد کا آغاز کیا تو آپ نے صف اول میں شامل ہو کر اس تحریک کی قیادت کی۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قرارداد الحاق پاکستان آپ کی رہائش گاہ واقع آبی گزرگاہ سرینگر میں منظور ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب کشمیر پر قابض ڈوگرہ حکمران محض مسلمان دشمنی کی بنیاد پر ہندوستان سے مسلمان ریاست کے الحاق کی سازشوں میں مصروف تھا۔ ڈوگرہ کی طرف سے کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی شروع کر دی گئی اور ڈوگرہ افواج مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے میں مصروف تھیں۔ ڈوگرہ فوج کو مسلح سکھوں اور انتہا پسند ہندوؤں کے مسلح جتھوں اور انتہا پسند سکھ و ہندو تنظیموں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ غازی ملت نے پونچھ میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کو فعال و متحرک بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا اور اس مقصد کے لئے پونچھ کے طوفانی دورے بھی کئے۔ آپ جنوری 1947 میں ریاستی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر رکن منتخب ہوئے ۔آپ انقلابی حکومت کے پہلے صدر منتخب ہوئے اس حکومت کا مقصد آزاد حصے کو بیس کیمپ قرار دیتے ہوئے آزادی کی جنگ کو مزید جاری رکھنا تھا لیکن سیز فائر کے باعث یہ مشن ادھورا رہ گیا۔ کچھ ہفتوں بعد پلندری کے جنگلات میں قائم ہونے والی اس انقلابی حکومت کے دفاتر کو مظفرآباد منتقل کر دیا گیا۔ بھارت جب مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا تو قائداعظم نے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان اور غازی ملت سردار محمد ابراہیم خان کو ہی سلامتی کونسل کے سامنے کشمیریوں کے نمائندے کی حیثیت سے روانہ کیا جہاں آپ نے بھرپور انداز میں مسئلہ کشمیر کو اجاگر کیا آپ مسلسل مسئلہ کشمیر کے حل اور پورے کشمیر کی آزادی اور پاکستان میں اس کی شمولیت کے لیے زندگی کی آخری سانس تک مصروف عمل رہے۔ آپ 04 مرتبہ آزاد ریاست جموں وکشمیر کے صدر منتخب ہوئے۔ پہلی مرتبہ 24 اکتوبر 1947ء تا 30 مئی 1950 دوسری مرتبہ 14 اپریل 1957 تا 26 اپریل 1959، تیسری مرتبہ 05 جون 1975 تا 30 اکتوبر 1978 اور آخری مرتبہ 25 اگست 1996 تا 23 اگست 2001 تک مسند صدارت پر فائز رہے۔ غازی ملت نے سیاسی زندگی میں اصول اور نظریے کو ہمیشہ اہمیت دی۔ آپ نے تین کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں " کشمیر ساگا" کشمیر کی جنگ آزادی" اور متاع زندگی" شامل ہیں۔ آپ نے 31 جولائی 2003 کو اپنے آبائی گاؤں کوٹ متے خان (راولاکوٹ) میں انتقال فرمایا۔ آپ کو آزاد کشمیر کے سب سے کم عمر اور سب سے معمر صدر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ کی برسی ہر سال 31 جولائی کو منائی جاتی ہے۔

05 اگست ۔۔۔ یوم استحصال

بھارت جس نے مقبوضہ جموں وکشمیر پر سات دہائیوں سے زائد عرصہ سے جبری فوجی قبضہ کر رکھا ہے اپنے اس غیر قانونی قبضے کو دوام بخشنے کے لئے اسرائیل طرز پر غیر آئینی اور غیر قانونی ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے اسی تناظر میں بھارتی انتہا پسند حکومت نے 5 اگست 2019 کو مقبوضہ کشمیر سے متعلق تنظیم نو ایکٹ جاری کیا۔ جس کے تحت کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کر دیا

گیا اور غیر ریاستی افراد کی آبادکاری کی اجازت دے دی گئی۔ ریاست جموں وکشمیر متنازعہ علاقہ ہے۔ اقوام متحدہ نے کشمیر کی متنازعہ حیثیت تسلیم کر رکھی ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیریوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کر رکھا ہے۔ 13 اگست 1948 اور 5 جنوری 1949 کی قراردادوں کی روشنی میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے پاکستان اور بھارت کے لئے یونائیٹڈ نیشن کمیشن فار انڈیا اینڈ پاکستان (UNCIP) قائم کیا۔ اس کمیشن کے قیام کا مقصد اقوام متحدہ کی زیرنگرانی ریاست جموں وکشمیر میں رائے شماری کرانا تھا تاکہ کشمیری آزادنہ طور پر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرسکیں۔ لیکن بھارت جو مکار اور جھوٹا ملک ہے نے کشمیر میں رائے شماری رکوانے کے لئے روائتی ہتھکنڈے استعمال کر کے کشمیر میں استصواب رائے نہ ہونے دیا۔ بھارت کی مسلسل وعدہ خلافیوں کے خلاف جب اس وقت کی بھارت نواز کشمیری قیادت نے بھی اعتراض اٹھایا تو بھارتی وزیراعظم پنڈت جواہرلال نہرو نے بھارتی آئین میں آرٹیکل 370 شامل کیا اس ایکٹ کے تحت کشمیر کو خصوصی حیثیت دی گئی اور کشمیر کی متنازعہ حیثیت کو تسلیم کیا گیا۔ آرٹیکل 370 کو تنازعہ کشمیر کے مستقل حل تک ایک عارضی ڈیل سمجھا جاتا تھا۔ آرٹیکل 35a کے تحت کشمیر کی ڈیموگرافی کو تحفظ حاصل تھا اس آرٹیکل کی موجودگی میں کسی غیر کشمیری کو مقبوضہ کشمیر میں زمین کی خریداری اور شہریت کا حق حاصل نہیں تھا۔ لیکن ہندوتوا نظریے پر کاربند بھارتی انتہا پسند حکومت نے یہ دونوں آرٹیکل منسوخ کر دیئے اور کشمیر کو بھارتی یونین میں شامل کر دیا۔ بھارت نے 5 اگست 2019 کے غیر آئینی اور غیر قانونی اقدام سے قبل مقبوضہ کشمیر میں کرفیو نافذ کر دیا تاکہ کشمیری اس ہتھکنڈے کے خلاف آواز بلند نہ کرسکیں۔ بھارتی حکومت نے جدوجہد آزادی میں مصروف کشمیریوں کے سخت ردعمل سے بچنے کے لئے سالوں تک کشمیر کا فوجی محاصرہ کئے رکھا اور کشمیر میں بھارتی فوج کی تعداد بھی بڑھا دی۔ کشمیر میں اس وقت 9 لاکھ بھارتی فوج تعینات ہے۔ بھارتی فوج کی سنگینوں کے سائے تلے کشمیر کا دنیا سے رابطہ منقطع کر دیا۔ مقبوضہ کشمیر میں موبائل فون سروس، ٹیلی فون، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن، اخبارات کی اشاعت پر مکمل پابندی عائد کر دی۔ عوام کے گھروں سے باہر نکلنے پر بھی قدغن لگادی گئی۔ طویل عرصہ تک کشمیر دنیا کی سب سے بڑی انسانی جیل کا منظر پیش کرتا رہا۔

بھارتی حکومت کے 5 اگست 2019 کے غیر قانونی اور غیر آئینی اقدام کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی عالمی قوانین کے تناظر میں بھارت کو اس طرح کا اقدام اٹھانے کا اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ صرف جموں وکشمیر کے عوام ہی اپنے مستقبل کا فیصلہ منصفانہ اور آزادنہ رائے شماری کے ذریعے کریں گے۔ 13 اگست 1948 اور 5 جنوری 1949 کی قراردادوں کے علاوہ بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی 30 مارچ 1951 اور 24 جنوری 1957 کی قرارددوں میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ نہ تو کوئی قانون ساز اسمبلی اور نہ ہی کوئی ملک ریاست جموں وکشمیر کی متنازعہ حیثیت ختم کرسکتا ہے۔ آر ایس ایس نظریے پر کاربند بھارتی انتہا پسند حکومت نے ایسے وقت میں 5 اگست 2019 کا اقدام اٹھایا جب مقبوضہ کشمیر میں گورنر راج نافذ تھا اور کوئی قانون ساز اسمبلی موجود نہ تھی۔ حالانکہ آرٹیکل 370 کو مقبوضہ کشمیر کی اس وقت کی کٹھ پتلی قانون ساز اسمبلی نے اپنایا (adopt) تھا۔ مقبوضہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت سے متعلق کشمیر ہائیکورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ بھی موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جموں وکشمیر ہندوستان کا حصہ نہیں، دوم، آرٹیکل 370 کی منسوخی مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم نہیں کر سکے گی، سوم، آرٹیکل 370 کو مقبوضہ کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کی رضامندی کے بغیر منسوخ یا ترمیم نہیں کیا جا سکتا، چہارم، بھارت کو جموں وکشمیر کو ضم کرنے کا کوئی حق و اختیار نہیں۔ بھارت کا 5 اگست 2019 کا اقدام کشمیر ہائی کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں بھارتی آئین کی بھی خلاف ورزی ہے۔ بھارت اسرائیل طرز پر مقبوضہ کشمیر پر مستقل قبضے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ بھارت تادم تحریر مقبوضہ کشمیر میں 63 لاکھ غیر ریاستی افراد کو غیر قانونی طور پر

ڈومیسائل جاری کر دئے ہیں تا کہ کشمیر کی ڈیموگرافی تبدیل کی جا سکے۔ بھارت کے 5 اگست 2019 کے غیر آئینی اور غیر قانونی اقدام کے خلاف ہر سال 5 اگست کو سرکاری سطح پر یوم استحصال منایا جاتا ہے۔

14 اگست۔۔۔ پاکستان کا یوم آزادی

ریاست جموں وکشمیر کے عوام نے 19 جولائی 1947 کو قرارداد الحاق پاکستان کے ذریعے اپنا مستقبل پاکستان کے ساتھ وابستہ کرلیا تھا۔ ریاست جموں وکشمیر کے عوام آج تک اسی نظریے پر کاربند ہیں۔ تقسیم ہند فارمولے تحت 14 اگست 1947 کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ریاست جموں وکشمیر جس کے آبادی کا 80 فیصد مسلمانوں پر مشتمل تھا تقسیم ہند کے اصول کے تحت کشمیری مسلمانوں کی غالب اکثریت نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا لیکن کشمیر پر قابض غیر مسلم حکمران ڈوگرہ کشمیری عوام کی غالب ترین اکثریت کی مرضی اور منشاء کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور درپردہ بھارت سے الحاق کی سازشوں میں مصروف تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جب کشمیری مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے تو ڈوگرہ نے مسلمانوں کی نسل کشی شروع کر دی اور مسلمانوں کو تہہ وتیغ کیا جانے لگا۔ ڈوگرہ استبداد سے آزادی کے لئے مسلمانان کشمیر نے علم جہاد بلند کیا اور ڈوگرہ سے آزادی کی مسلح تحریک شروع کر دی۔ جس کے نتیجہ میں مجاہدین آزادی نے ریاست کا ایک بڑا حصہ آزاد کرا لیا۔ ڈوگرہ کو بھارت کی مکمل تائید وحمایت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ مجاہدین آزادی کی فتح سے خوفزدہ بھارت مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں لے گیا اقوام متحدہ کی مداخلت پر کشمیر میں اس شرط پر جنگ بندی ہوگئی کہ ریاست جموں وکشمیر کے عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ لیکن بھارت عالمی برادری سے وعدے کے باجود کشمیر پر قابض ہے اور کشمیریوں نے بھارت کے اس غیر قانونی اور جبری قبضے کو تسلیم نہیں کیا۔ اہل کشمیر نے اپنا مستقبل پاکستان سے وابستہ کر لیا تھا اور آج بھی کشمیری الحاق پاکستان کی عملی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر کی تمام اکائیوں کے عوام پاکستان کا یوم آزادی نظریاتی جوش وجذبے کے ساتھ مناتے ہیں اور ہر سال 14 اگست کو سیز فائر لائن کے دونوں اطراف کے کشمیری یوم آزادی پاکستان بھرپور انداز میں مناتے ہیں۔ کشمیری عوام جوش وجذبے کے ساتھ یوم آزادی پاکستان منا کر دنیا کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ کشمیریوں نے مقبوضہ کشمیر پر بھارت کا جابرانہ قبضہ قبول نہیں کیا اور کشمیریوں کی منزل پاکستان ہے۔ بھارت کے زیر قبضہ مقبوضہ کشمیر میں 14 اگست کو پاکستان کے سبز ہلالی پرچم لہرا کر اہل کشمیر پاکستان سے اپنی نظریاتی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ آزاد کشمیر ومقبوضہ کشمیر سمیت دنیا بھر میں مقیم کشمیری 14 اگست کو یوم آزادی جوش وجذبے کے ساتھ مناتے ہیں۔

15 اگست۔۔۔ بھارت کا یوم آزادی، کشمیریوں کا یوم سیاہ

برصغیر پاک وہند کی تقسیم کا اعلان 03 جون 1947 کو قانون تقسیم ہند کے تحت کیا گیا جبکہ اس پر عمل درآمد 14 اگست کو ہوا اس لحاظ سے پاکستان کا یوم آزادی 14 اور بھارت 15 اگست ہے۔ جس قانون تقسیم ہند کے تحت پاکستان اور بھارت کا قیام عمل میں لایا گیا اسی قانون کے تحت برصغیر کی ساڑھے پانچ سو سے زائد یاستوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ پاکستان اور بھارت میں سے جس کے ساتھ چاہیں اپنی اکثریتی آبادی کی رائے کے مطابق الحاق کر لیں۔ ریاست جموں وکشمیر کی واضح اکثریتی آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی جنہوں نے قانون تقسیم ہند کی منظوری کے بعد 19 جولائی 1947 کو قرارداد الحاق پاکستان کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مستقبل کا واضح طور پر تعین کر دیا تھا لیکن بھارت نے قانون تقسیم ہند کو صریح طور پر اپنے قدموں تلے روند ڈالا اور کشمیریوں کو اس حق کے تحت ملنے والی آزادی کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہوئے فوج کشی کر کے کشمیر پر ہی قبضہ کر لیا۔ کشمیری ہر سال بھارت کے یوم آزادی کو یوم سیاہ کے طور پر مناتے ہیں اس دن پورے کشمیر میں ہڑتال کی جاتی ہے اور جگہ جگہ احتجاجی مظاہروں کے انعقاد کے ذریعے عالمی برادری کو یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ کشمیریوں نے کبھی

بھی بھارت کے ساتھ رہنا قبول نہیں کیا ان کی واحد اور آخری منزل پاکستان ہے۔اس دن صرف مقبوضہ کشمیر ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں مقیم کشمیر ''یوم سیاہ'' کی مناسبت سے احتجاجی پروگراموں کا انعقاد عمل میں لاتے ہیں۔بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر بھارت کے خلاف اپنے غصے اور نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ بھارت یوم آزادی کی تقریبات کا انعقاد کشمیر میں بھی کرتا ہے لیکن اس موقع پر سیکورٹی کے سخت ترین انتظامات کیے جاتے ہیں اور عملاً پورے کشمیر کو ایک فوجی چھاونی میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ یہاں ایک جانب سرکاری سطح پر یوم آزادی بھارت کی تقریبات کا اہتمام کیا جارہا ہوتا ہے اور دوسری جانب عوام یوم سیاہ کے احتجاجی مظاہرے جلسے اور جلوسوں کا انعقاد کررہے ہوتے ہیں یہ کشمیریوں کی بھارت سے نفرت اور اس سے آزادی کے حصول کی واضح اور روشن مثال ہے۔

یکم ستمبر۔۔۔۔۔۔۔یوم شہادت بابائے حریت سید علی شاہ گیلانی

بابائے حریت سید علی شاہ گیلانی 29 ستمبر 1929 کو مقبوضہ کشمیر کے ضلع بانڈی پورہ کے گاؤں ذری منز میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم آبائی علاقہ سے حاصل کی۔حصول تعلیم کے سلسلہ میں لاہور میں بھی مقیم رہے آپ نے منشی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ جب آپ

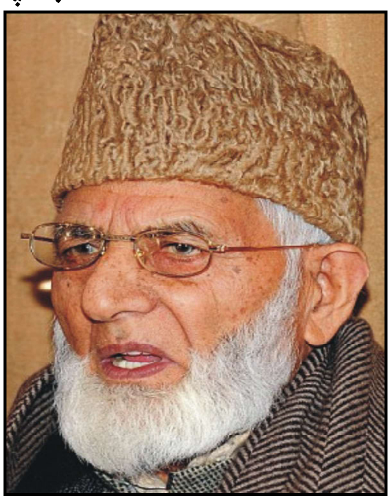

1944 میں لاہور سے کشمیر واپس پہنچے تو اس وقت کشمیر چھوڑ دو تحریک عروج پر تھی چنانچہ آپ اس تحریک میں شامل ہوگئے۔اس عرصہ میں آپ نامور کشمیری لیڈر مولانا سعید مسعودی کے اخبار سے بھی منسلک رہے۔ ازاں بعد آپ معلّمی کے پیشہ سے منسلک ہو گئے۔ دوران تدریس آپ نے عظیم مذہبی سکالر مولانا سید ابواعلی مودودی کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ آپ مولانا سید ابو اعلی مودودی کے نظریات و افکار سے سخت متاثر ہوئے اور 1953 میں جماعت اسلامی سے منسلک ہو گئے ۔سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر جماعت اسلامی کے لئے کام کرنے لگے۔آپ نے جماعت اسلامی کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے عملی سیاست میں حصہ لیا آپ نے جماعت اسلامی کے ٹکٹ پر اپنے آبائی حلقہ سوپور سے مقبوضہ کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی اور 1972 میں پہلی مرتبہ مقبوضہ کشمیر قانون ساز اسمبلی کے رکن بنے۔آپ 15 سال تک مقبوضہ کشمیر قانون ساز اسمبلی کے ممبر رہے اور اس عرصہ میں کشمیریوں کے حقوق کے لئے جاندار آواز بلند کی۔ بحیثیت ممبر قانون ساز اسمبلی بھارت اور اس کی پالتو جماعتوں کی طرف سے آپ کو پاکستان نواز ہونے کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے حق وصداقت کی آواز ہمیشہ بلند کی اور بھارت کے کشمیر پر قبضہ کو غیر قانونی قرار دیا۔1988 میں جب بھارتی غلامی سے آزادی کے لئے مسلح جدوجہد کا آغاز ہوا تو آپ نے اس کا ساتھ دیا۔آپ نے تحریک آزادی کشمیر کی کامیابی کے لئے خود کو وقف کیے رکھا۔آپ نے جدوجہد آزادی میں شامل تمام سیاسی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا اور 2003 میں جماعت اسلامی کی امارت سے مستعفی ہوکر کل جماعتی حریت کانفرنس تشکیل دی اور کل جماعت حریت کانفرنس کے چیئر میں منتخب ہوئے۔آپ نظریہ الحاق پاکستان کے داعی تھے اور خود کو اعلانیہ پاکستانی کہتے تھے۔آپ نے ببانگ دہل بھارتی شہریت سے انکار کیا اسی وجہ سے 1981 میں بھارتی حکومت نے آپ کا پاسپورٹ بھی ضبط کیا اور مقدمات بھی قائم کئے لیکن آپ کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔آپ نے ہمیشہ بھارت کو للکارا اور اسے غاصب ملک قرار دیا۔ہم پاکستانی ہیں پاکستان ہمارا ہے آپ کا انقلابی نعرہ تھا اور لاکھوں کے مجمع میں آپ یہ نعرہ بلند کرتے تھے۔ بابائے حریت کی شہادت کے بعد بھی مقبوضہ کشمیر میں یہ نعرہ مقبول عام ہے۔آپ کئی کتابوں کے بھی مصنف ہیں۔عملی جدوجہد کے ساتھ ساتھ آپ نے قلمی محاذ پر بھی جہاد کیا۔جدوجہد آزادی کی قیادت کے دوران آپ کو بھارتی حکومت کی طرف سے قید و بند کی اذیتیں برداشت کرنا پریں آپ نے ایک دھائی سے زائد عرصہ مختلف جیلوں گزارا۔آپ کو توانا آواز کو دبانے کے لئے آپ کو نظر

بندی کی سزائیں بھی دی گئیں۔آپ زندگی کی آخری دھائی میں مسلسل نظر بند رہے۔آپ کی شہادت بھی نظر بندی کے دوران ہوئی۔ بابائے حریت کشمیر کی مکمل آزادی کے داعی تھے جب صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے چار نکاتی فارمولا پیش کیا تو آپ نے پوری قوت کے ساتھ اس فارمولے کی مخالفت کی۔آپ کا موقف تھا کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر میں استصواب رائے کرایا جائے۔ بابائے حریت سید علی شاہ گیلانی نے جرات اور بہادری کے ساتھ کشمیریوں کی آزادی کی آواز بلند کی اور غاصب بھارت کو للکارا۔ بھارت ہمیشہ سے ہی بابائے حریت سے خوفزدہ رہا اور انھیں قید و بند اور نظر بندی کی سزاؤں میں مبتلا رکھا۔ بھارت نے بابائے حریت کو بیرون دنیا میں جانے کی کبھی اجازت نہ دی تا کہ وہ عالمی برادری کے سامنے کشمیریوں کے حق کی آواز نہ اٹھا سکیں جسے بھارت نے طاقت کے زور پر دبا رکھا ہے۔ بابائے حریت سید علی شاہ گیلانی زندگی کے آخری برس بھارت کے سخت جبر اور نظر بندی میں گزارے۔آپ کی آواز کو دبانے کے لئے آپ کو 2010 میں نظر بند کیا گیا۔اس نظر بندی کے دوران آپ کو ٹیلی فون،انٹرنیٹ سمیت کسی قسم کی سہولیات میسر نہیں تھیں اور نہ ہی ایک دھائی تک آپ کو کسی دوسری شخصیت سے ملاقات یا بات کی اجازت دی گئی۔ بھارت کی جبری نظر بندی میں ہی بابائے حریت سید علی شاہ گیلانی شدید علالت کے باعث یکم ستمبر 2021 کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کی شہادت کی خبر منظر عام پر آتے ہی قابض بھارتی فوج نے سرینگر محلّہ حیدر پورہ میں آپ کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ بھارت سید علی شاہ گیلانی سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ بھارتی فوج نے آپ کی میت بھی ورثاء سے چھین لی اور سنگینوں کے سائے تلے آپ کی جبری تدفین کی گئی اور نماز جنازہ کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔آپ کی نماز جنازہ میں خاندان کے چند افراد ہی شرکت کر سکے۔سید علی شاہ گیلانی کی شہادت کے بعد مقبوضہ جموں و کشمیر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تا کہ کشمیری عوام سید علی شاہ گیلانی کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکیں۔ یہ کرفیو کئی ماہ تک نافذ رہا اور بھارتی فوج نے عظیم کشمیری راہنماء کے مزار پر بھی پہرہ لگائے رکھا اور مسلمانوں کو مزار پر فاتحہ کی اجازت تک نہیں دی گئی۔تحریک آزادی کشمیر کے لئے عظیم خدمات پر حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کو نشان پاکستان کے اعزاز سے نوازا گیا۔آپ کی برسی ہر سال یکم ستمبر کو پوری ریاست میں عقیدت و احترام کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

<u>24 اکتوبر۔۔۔یوم تاسیس آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر</u>

24 اکتوبر کشمیریوں کی تاریخ کا اہم اور یادگار دن ہے اس دن آزاد کشمیر کی عبوری حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔اور غازی ملت سردار محمد ابراہیم خان اس کے بانی صدر منتخب ہوئے 1947 میں غازی ملت کی ولولہ انگیز قیادت میں کشمیری حریت پسندوں نے ڈوگرہ راج کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں آزاد کشمیر کا یہ خطہ آزاد ہوا آزاد حکومت کے قیام کا بنیادی مقصد آزاد کشمیر کو تحریک آزادی کا بیس کیمپ قرار دے کر باقی کشمیر کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا تھا۔ غازی ملت سردار محمد ابراہیم خان نے آزاد حکومت کے قیام کے ساتھ ہی ایک شاندار خطاب فرمایا تھا جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ عبوری حکومت کے قیام کا مقصد ڈوگرہ راج کے ناقابل برداشت مظالم اور اس کی زیادتیوں کا خاتمہ ہے تا کہ ریاست کے عوام بشمول مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو حکومت خود اختیاری کا حق حاصل ہو سکے۔ ریاست کے کچھ علاقوں پر اپنا اقتدار مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا ہے اور امید ہے کہ ڈوگرہ راج کے زیر تسلط ریاست کے بقیہ علاقوں کو بھی جلد آزاد کروایا جائے گا۔انہوں نے مزید فرمایا کہ عبوری حکومت اپنی ہمسایہ مملکتوں پاکستان اور بھارت کے بارے میں انتہائی دوستانہ اور اچھے جذبات رکھتی ہے اور توقع رکھتی ہے کہ دونوں مملکتیں جموں و کشمیر کے عوام کی ان کوششوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کریں گی۔جو اپنی آزادی کے حصول کے حق کے لیے استعمال کر رہی ہیں کشمیریوں کی بدقسمتی کا آغاز تقسیم ہند کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا 1947 میں برصغیر کی تقسیم کو دو قومی نظریے پر تسلیم کرنے کا اصول طے پایا تھا جس کے تحت جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہ علاقے پاکستان اور ہندو اکثریتی علاقے بھارت میں شامل ہوں گے اس وقت متحدہ ہندوستان 562 ریاستوں پر مشتمل تھا جن میں اکثریت ہندو ریاستوں کی تھیں جبکہ مسلم اکثریت والے چند ہی ریاستیں تھیں دو قومی نظریے کے اس اصول کے تحت ہندو ریاستیں بھارت اور مسلم

ریاستیں پاکستان کا حصہ بن گئیں۔مگر جونا گڑھ، حیدرآباداور کشمیر کی صورتحال مختلف تھی حیدرآباداور جونا گڑھ کے حکمران مسلمان تھے جبکہ ان میں ہندوؤں کی اکثریت تھی جبکہ ریاست جموں وکشمیر میں اکثریت مسلمانوں کی تھی جبکہ اس ریاست کا حکمران ہندو تھا۔حیدرآباد کے نواب نے ریاست کی خودمختاری کا اعلان کیا مگر بھارت نے اسے بلاجواز اورعوام کی رائے کے برعکس قراردے کرتسلیم کرنے سے انکار دیا اوراس پر قبضہ کرلیا۔جونا گڑھ کے حکمران نے اپنی ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ کیا مگر بھارت نے اسے تسلیم ہند کے اصول کے خلاف قراردے کرفوج اتار دی اوراسے بھی بھارت کا حصہ بنالیا۔ریاست جموں وکشمیر پورے برصغیر میں واحد و یکتا تھی اس لیے بھارت نے اس پر قبضہ جمانے کے لیے بلاجواز حربے استعمال کرنے شروع کردیئے اور بھارت نے مہاراجہ ہری سنگھ کی جعلی دستاویز الحاق کو جواز بنا کر کشمیر میں بھی اپنی فوج اتار دی حالانکہ وائسرائے ہند لارڈ ماونٹ بیٹن نے مہاراجہ کو لکھا تھا کہ وہ ریاست جموں وکشمیر کا فیصلہ کرتے وقت کشمیری عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے ان سے مشورہ کرے اور ریفرنڈم کے ذریعے ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرے مگر بدقسمتی سے یہ ریفرنڈم نہ ہو سکا۔جنوری 1947 میں ریاست کی اسمبلی کے انتخاب ہوئے جس میں مسلمانوں کے لیے مختص 21 نشستوں میں سے 16 نشستیں کشمیر عوام کی نمائندہ جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس نے حاصل کیں اور پھر کشمیری عوام کی اس نمائندہ جماعت نے 19 جولائی 1947 کو اپنے اجلاس واقع سرینگر میں ایک قرارداد کے ذریعے ریاست جموں وکشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرنے کا عزم کیا پاکستان نے کشمیریوں کے موقف کی ہمشہ واضح اور دوٹوک حمایت کی اور مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی زیرنگرانی کشمیریوں کی منشاء کے مطابق حل کرنے پر زور دیا مگر بھارت نے ہمیشہ ماضی کے وعدوں اور یاددہانیوں کو نہ صرف پس پشت ڈالا بلکہ وہ مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس مسئلہ کے حل سے انحراف بھی کرتا رہا۔اگر بھارت جمہوری ملک ہے تو اسے کشمیریوں کو مکمل آزادی دینی چاہیے اوران کی جمہوری طریقے سے رہنے کا حق بھی دینا چاہیے

۔ہندوستان مقبوضہ کشمیر میں نہتے اور معصوم کشمیریوں پرظلم و بربریت کی انتہاء کئے ہوئے ہے کالے قوانین کے ذریعے کشمیریوں کی نسل کشی ہو رہی ہے۔برہان وانی کی شہادت کے بعد تحریک آزادی میں نیا موڑ آیا جس سے گھبرا کر قابض فورسز نے پیلٹس سے کشمیریوں کی بینائی چھیننا شروع کردی معصوم انسانوں پرظلم و بربریت کے وہ حربے استعمال کیے جارہے ہیں جن سے انسانیت شرما جاتی ہے مقبوضہ وادی میں قابض فورسز نے خواتین کے بال کاٹنے جیسے انسانیت سوز مظالم سے کشمیریوں کی تحریک کا دبانے کی ناکام کوشش شروع کردی۔کشمیریوں کی جدوجہد کو 7 دہائیوں سے زائد عرصہ ہو چکا ہے اوراس میں آئے روز اضافہ ہوتا جارہا ہے جو کسی قوم کی جہد مسلسل کو جانچنے کے لیے کافی ہے کشمیریوں کی اس طویل جدوجہد میں چار سے زائد نسلیں قربان ہو چکی ہیں۔ایک لاکھ سے زائد کشمیری شہید، ہزاروں کی تعداد میں معذور، لاتعداد خواتین کی آبروریزی اور بہت بڑی تعداد میں خواتین کے سہاگ اجاڑ دیے گئے اور معصوم بچوں کو یتیم کردیا گیا مگر نہ ہی بھارت کا ظلم وستم سے ہاتھ رک رہا ہے اور نہ ہی کشمیریوں کی اس تحریک میں کمی آرہی ہے عالمی ادارے اور بالخصوص اقوام متحدہ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی اور وہ آنکھوں پر پٹی باندھے خاموش تماشائی بنا ہے۔مسئلہ کشمیر میں بین الاقوامی طور پر سب سے بڑا مسئلہ ہے اور پورے جنوبی ایشاء کا امن اس مسئلہ کے ساتھ وابستہ ہے اس اہم مسئلہ پر پاکستان اور بھارت کے مابین دو بڑی جنگیں بھی ہو چکی اور مستقبل میں اگر یہ مسئلہ کشمیریوں کی مرضی کے مطابق حل نہ کیا گیا تو یہ کسی بڑی عالمی جنگ کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتا ہے جس کی لپیٹ میں نہ صرف پاکستان اور بھارت بلکہ پوری دنیا آسکتی ہے اس لیے عالمی امن کے منصفوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس اہم مسئلہ کے حل کے لیے عملی قدم اٹھائیں۔

27 اکتوبر۔۔۔کشمیر پر بھارتی فوج کشی کے خلاف یوم سیاہ

27 اکتوبر 1947 کو بھارت نے تمام تر بین الاقوامی قوانین اور قانون تقسیم ہند کو اپنے پاوں تلے روندتے ہوئے اپنی فوجیں سرینگر کے ہوائی اڈے پر اتار کر کشمیر پر قبضہ کرلیا۔اس واقعہ کے خلاف دنیا بھر میں بسنے والے کشمیری ہر سال 27 اکتوبر کو یوم سیاہ کے طور پر

مناتے ہیں۔03 جون کو برطانوی پارلیمان میں قانون تقسیم ہند کی منظوری کے بعد 19 جولائی 1947 کو آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس نے مسلمانان کشمیر کی خواہش کی ترجمانی کرتے ہوئے قرارداد الحاق پاکستان منظور کی اور اپنے مستقبل کا واضح طور پر تعین کر دیا۔مہاراجہ ہری سنگھ کی خواہش تھی کہ کشمیریوں کو اس کی الگ اور آزادانہ حیثیت میں برقرار رکھا جائے یا پھر اگر ضرورت پیش آئے تو پاکستان کے ساتھ اس صورت میں الحاق کر لیا جائے کہ کشمیر میں ڈوگرہ حکومت ہی قائم رہے تاہم بعد میں ہندو رہنماؤں اور کانگریسی لیڈروں نے مہاراجہ ہری سنگھ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ کشمیر کا الحاق کسی صورت پاکستان کے ساتھ نہ کرے بلکہ اسے ہر صورت بھارت میں شامل ہونا چاہیے۔ مجاہدین نے آزاد کشمیر کا خطہ کا آزاد کروا دیا اور سری نگر کے قریب تھے کہ کشمیری عوامی کی خواہشات کے برعکس ہندوستان نے 27 اکتوبر 1947 کو کشمیر میں فوجیں اتار دیں۔27 اکتوبر بھارت کے کشمیر پر قبضے کا دن ہے بھارت اس دن سے لے کر آج تک معصوم کشمیریوں پر ظلم و بربریت کر رہا ہے مگر عالمی اداروں کے بے حسی لمحہ فکریہ ہے۔ بھارت کے کشمیر پر فوجی قبضے کے خلاف ریاست کی تمام اکائیوں میں 27 اکتوبر کو یوم سیاہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔

06 نومبر۔۔۔یوم شہدائے جموں

06 نومبر کا دن تحریک آزاد کشمیر کی تاریخ کا ایک سیاہ دن ہے جب اڑھائی لاکھ سے زائد مسلمانوں کو کسی قسم کی مزاحمت اور مداخلت کے بغیر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر یوں پھینک دیا گیا کہ ان کی نعشوں کو دفنانے والا بھی کوئی نہیں تھا اور نہ کفن دینے اور جنازہ پڑھنے والا

آہیں اور سسکیاں، غموں اور چیخوں تلے دب گئیں۔لاکھوں وجود زمین پر یوں ڈھیر ہوئے کہ کسی کا سر سلامت نہیں اور کسی کا دھڑ، کسی کا بازو نہیں اور کسی کی ٹانگ ،جسم کا ہر انگ اور ہر انگ کا ہر عضو ظالموں و قاہروں اور چنگیزوں کی ظلمت و جبریت کا گہرا ثبوت پیش کرتا تھا۔ 19 جولائی کو قرارداد الحاق پاکستان کی منظوری کے بعد مسلمانان کشمیر نے واضح طور پر اپنی سمت کا تعین کر دیا تھا۔جس نے مہاراجہ ہری سنگھ کو بوکھلا دیا چنانچہ اس نے ایک جانب پاکستان کے ساتھ معاہدہ قائمہ کیا تاکہ وقتی طور پر اشتعال انگیزی کو پھیلنے سے روکا جا سکے اور دوسری جانب وہ اس کوشش میں مصروف رہا کہ مسلمان سپاہیوں کو غیر مسلح کرتے ہوئے مسلم آبادی کو اس طرح تہہ تیغ کیا جائے کہ ان کی اکثریت اقلیت میں بدل جائے تاکہ جب مسلم اکثریتی ریاست کا سوال اٹھایا جائے تو معلوم پڑے کہ یہ ریاست اب ہندو اکثریت کی حامل ہو چکی ہے۔اکتوبر کے اختتام سے قبل ہی جموں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا گیا۔جموں کے علاقہ سانبہ میں 14 ہزار مسلمانوں کو محاصرے میں لیتے ہوئے ہر قسم کی اشیاء کی رسد بند کر دی گئی۔22 اکتوبر کو مہاراجہ کی آشیر باد سے ہندوؤں اور سکھوں نے نہتے محصورین کا قتل عام شروع کر دیا ۔ان محاصرین میں سے صرف 15 افراد زخمی حالت میں سیالکوٹ پہنچنے میں کامیاب ہو سکے اسی طرح کے ایک اور واقعہ میں 08 ہزار مسلمانوں کو فوج کی نگرانی میں پاکستان لے جانے کا وعدہ کیا گیا لیکن جونہی یہ سب لوگ سڑک پر پہنچے ان پر یلغار کر دی گئی اور سب گولیوں سے بھون دیے گئے۔اکھنور میں بھی کمال ہوشیاری سے پاکستان بھجوانے کے نام پر 15 ہزار مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر سب کو شہید کر دیا گیا

۔میران صاحب کے علاقہ میں 25ہزار مسلمانوں کو پاکستان کی طرف پیدل کوچ کا حکم دیا گیا جب سب لوگ کھلی جگہ پہنچے تو ان کے مال و اسباب اور مستورات کو چھین لینے کے بعد مردوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔05نومبر 1947 کو ہزاروں مسلمانوں کو بسوں پر سوار کروا کر پاکستان لے جانے کے بہانے انہیں پریڈ گراونڈ میں اکٹھا کیا گیا اور ان کے قافلوں کا رخ ماوا کے جنگلوں کی طرف موڑ دیا گیا جہاں ڈوگرہ اور مسلح ہندووں نے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا۔مسلسل کئی دنوں تک مسلمانوں کے قتل و عام کا سلسلہ جاری رہا۔ ہزاروں مسلمانوں کو اسی مقام پر لا کر شہید کیا گیا۔حملہ کرنے سے قبل نوجوان لڑکیوں کو اغوا کر لیا جاتا تھا۔ان اغوا ہونے والی مسلم دوشیزاؤں میں رئیس الاحرار چوہدری عباس کی ہمشیرہ، دختر اور ایک مسلمان رکن اسمبلی غلام مصطفیٰ کی اہلیہ اور ہمشیرہ بھی شامل تھیں۔چنانچہ مجموعی طور پر جموں کی پانچ لاکھ آبادی میں سے اڑھائی لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا جبکہ باقی ماندہ کو پاکستان کی طرف دھکیل دیا گیا ان اندوہناک واقعات کی تصدیق ممتاز اخبار ''سٹیٹس مین'' کے ایڈیٹر آئن سٹیفن اپنی کتاب "Moon Horned" میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 1947 کی خزاں تک پانچ لاکھ مسلمانوں کی یہ آبادی مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔دو لاکھ کا تو بالکل نام و نشان مٹ چکا تھا جبکہ باقی لوگوں کو پاکستان کے صوبہ پنجاب میں دھکیل دیا گیا تھا اس طرح ممتاز برطانوی مصنف الیسٹر لیمب نے اپنی کتاب "In Kashmir Crisis" میں لکھا ہے کہ جموں میں پنجاب سے ہندووں اور سکھوں کے جتھوں کے جتھے داخل ہو گئے جنھوں نے قتل و غارت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا جس سے صوبہ جموں کے مسلمانوں کی آبادی دو لاکھ کی تعداد میں کم ہو گئی ہزاروں کو قتل کر دیا گیا اور باقی لوگوں کو مغربی پنجاب میں دھکیل دیا گیا برطانوی اخبار لندن ٹائمز کے نمائندے نے 10اکتوبر 1948 کی اپنی ایک رپورٹ میں ذکر کیا کہ ڈوگرہ فوج نے جموں کے علاقے میں مہاراجہ کی اپنی نگرانی میں 02لاکھ 37ہزار مسلمانوں کو قتل کیا۔

<u>10دسمبر۔۔۔عالمی یوم حقوق انسانی</u>

10دسمبر کو دنیا بھر میں ''انسانی حقوق کا عالمی دن'' منایا جاتا ہے۔اس دن کی مناسبت سے دنیا بھر میں مقیم کشمیری مقبوضہ کشمیر کی مجبور و مقہور عوام پر بھارتی ظلم و جبر کے خلاف احتجاجی مظاہرے اور سیمینارز کا اہتمام کرتے ہوئے مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی زبردست خلاف ورزیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے عالمی برادری کو یہ باور کرواتے ہیں کہ خود کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلوانے والا بھارت مقبوضہ کشمیر کے نہتے شہریوں پر مظالم کے جو پہاڑ توڑ رہا ہے اور تحریک آزادی کو دبانے کے لیے جس طرح کے درناک ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں انتہائی بدنام زمانہ قانون ''آرمڈ فورسز سپیشل پاور ایکٹ'' بھی نفاذ کر رکھا ہے۔ افسپا نامی اس قانون کے تحت مسلح افواج کو تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے ہر قسم کا حربہ اختیار کرنے کی کھلی اجازت اور چھوٹ دی گئی ہے۔اور اس سلسلے میں ان کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جا سکتی اور نہ ہی کوئی سزا وغیرہ دی جا سکتی ہے۔افسپا (آرمڈ فورسز سپیشل پاور ایکٹ)1958ء میں بھارتی پارلیمان نے منظور کیا۔ بھارتی پارلیمان کی تاریخ میں منظور کیا جانے والا یہ قانون ظلم و جبر کی خوفناک مثال ہے۔اس قانون کے تحت مسلح افواج کو آپریشن کے دوران لامحدود اختیارات دیے گئے ہیں اس قانون کی آڑ میں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت پورے کے پورے گاوں کی بوڑھی خواتین سمیت نوجوان لڑکیوں کو اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھایا گیا حتیٰ کہ مقبوضہ کشمیر کے اندر ایک گاوں کا نام ہی ''استحصالی گاوں'' پڑ گیا جہاں شاید ہی کوئی عفت مآب اپنی عزت بچا پائی ہو۔اس طرح پبلک سیفٹی ایکٹ اور دیگر بدنام زمانہ قوانین کو کشمیر میں نافذ کیا گیا ہے تا کہ جس طرح بھی ممکن ہو کشمیریوں کے جذبہ حریت کو کچلا جا سکے۔ ہر سال بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر میں جاری تحریک آزادی کو کچلنے اور عوام کو اپنے بنیادی انسانی، جمہوری حق سے دست برداری پر مجبور کرنے کے لیے اپنے زیر استعمال ہتھکنڈوں میں خوفناک اضافہ کر دیتی ہے۔2015-16 سے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج نے مزید کئی نئے حربے اختیار کیے ہیں جن میں پیلٹ گنوں اور کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال شامل ہے ان ہتھیاروں کو احتجاجی مظاہروں میں شریک نہتے شہریوں پر آزمایا جاتا ہے جس کے نتیجے میں یا تو وہ شدید زخمی

ہوجاتے ہیں یا پھر بینائی سے محروم ۔ چنانچہ 08 جولائی 2016 کو نوجوان کشمیری مجاہد کمانڈر برہان مظفر وانی کی شہادت کے بعد بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہروں کو قابو کرنے اور کشمیریوں کو اپنے مقصد سے ہٹانے کے لیے ایسے ہتھیاروں کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں 25 ہزار شہری زخمی ہوئے ان میں ساڑھے آٹھ ہزار پیلٹ گنوں کے چھرے لگنے سے زخمی ہوئے ۔ یادرہے کہ ایسے زخمیوں کا علاج کشمیر میں ممکن نہیں اور اس طرح ایسے ہتھیار کے مضروب ہمہ وقت درد و کرب اور مستقل اذیت میں مبتلا رہتے ہیں ۔ ڈیڑھ سو معصوم لوگ ایسے تھے جن کی آنکھوں پر چھرے لگنے سے بینائی شدید متاثر ہوئی ہے ۔ دو سو سے زائد کی ایک آنکھ کی بینائی ضائع ہوئی جبکہ ایک ہزار سے زائد ایسے ہیں جن کی بینائی کافی حد تک متاثر ہوئی ہے دو ہزار سے زائد ایسے افراد ہیں جنھوں نے احتجاجی مظاہروں کے دوران بھارتی فوج کے زیر استعمال نئے ہتھیاروں سے مضروب ہو کر اپنی بینائی متاثر ہونے کی شکایات کی ہیں ۔ انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر کشمیری عوام بھرپور انداز میں احتجاج کرتے ہیں اور عالمی برادری سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی مظالم کا نوٹس لیں ۔

18 دسمبر ۔۔۔ یوم وفات قائد ملت چوہدری غلام عباس خان

قائد ملت رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس خان 04 فروری 1904ء کو جموں کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے والد نواب خان کشمیر ہائی کورٹ کے دفاتر سے منسلک تھے ابتدائی تعلیم مشن ہائی سکول سے حاصل کی 1921ء میں گورنمنٹ ہائی سکول جموں سے میٹرک

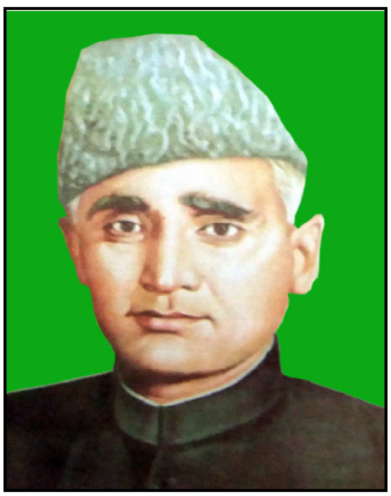

کرنے کے بعد پرنس آف ویلز کالج میں داخلہ لیا۔اس دوران 1922ء میں ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کا دوبارہ احیا کیا جو اگرچہ 1909ء میں قائم کی گئی تھی لیکن بعد کے برسوں میں اس کی سرگرمیاں ماند پڑ چکی تھیں ۔ دو برس بعد ہی آپ کو اس ایسوسی ایشن کا صدر چن لیا گیا ۔ یہ ایسوسی ایشن آپ کی سیاسی سرگرمیوں کا اولین پلیٹ فارم تھی جہاں سے ایک جانب سے آپ کی خداداد صلاحیتوں میں خوب نکھار پیدا ہوا دوسری جانب جموں وکشمیر اور برصغیر کے نامور سیاسی زعماء سے آپ کے تعلقات استوار ہوئے ۔ دراصل برصغیر میں ایک ہندو لیڈر سوامی شردھانند نے مسلمانوں کو دوبارہ سے ہندو بنانے کی شدھی تحریک شروع کر رکھی تھی ۔ اس کے اثرات جموں بھی پہنچے تو چوہدری غلام عباس اور ان کے ساتھی اس کے تدارک کے لیے میدان عمل میں کود پڑے ۔ انہوں نے برصغیر سے علماء مبلغین کو بلوا کر کشمیر کے مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے محفوظ رکھا۔علاوہ ازیں ایسوسی ایشن نے جموں میں خوب فلاحی کام کئے اور مسلمانوں کے لیے سیاسی ، دینی ، سماجی و تعلیمی سرگرمیاں سرانجام دیں ۔ چوہدری غباس نے 1925 میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے اور بعد از قانون کا امتحان پاس کیا ۔ یہ وہی برس تھے جب کشمیریوں کے مکمل طور پر بیدار ہونے اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے جذبات متحرک ہو چکے تھے ۔ ان برسوں کے دوران توہین مذہب کے مختلف واقعات پیش آئے جنھوں نے مسلمانان کشمیر کو سیخ پا کر دیا ۔ چوہدری غلام عباس نے پہلے جموں میں خطبہ جمعہ میں زبردست تقریر کی اور بعد ازاں خانقاہ معلیٰ سرینگر کے عظیم الشان جلسہ میں ڈوگرہ حکومت پر زبردست نکتہ چینی کی ۔ اس دوران ینگ مینز ایسوسی ایشن کی ایک شاخ سرینگر میں بھی قائم کر دی گئی تھی جس کے روح رواں شیخ عبداللہ تھے 1944 میں جب قائداعظم کشمیر کے دورہ پر تشریف لے گئے اور انہوں نے مسلم کانفرنس کے زیر اہتمام ایک لاکھ سے زائد افراد کے مجمع سے خطاب فرمایا۔اس موقع پر اے آر ساغر نے کہا کہ برصغیر کے مسلمانوں نے محمد علی جناح کو قائداعظم کا خطاب دے رکھا ہے تو ہم مسلمانان کشمیر نے چوہدری غلام عباس کو رئیس الاحرار اور قائد ملت کا خطاب دیا ہے ۔ یہ سن کر قائداعظم مسکرانے لگے چوہدری غلام عباس نے شیخ عبداللہ کے ساتھ مل کر 1932 میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس قائم کی اور اس کے پہلے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے جبکہ شیخ عبداللہ کو صدر چنا گیا ۔ اس جماعت نے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا ۔ قائداعظم نے کشمیر میں مسلم کونفرنس کو نیشنل

کانفرنس کا نام دے ڈالا لیکن کچھ ہی عرصے بعد چوہدری غلام عباس نے محسوس کیا کہ یہ مسلمانوں کی شناخت اور الگ پہچان ختم کرنے کی سازش ہے لہذا انہوں نے دوبارہ مسلم کانفرنس کا احیا کیا اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ منسلک ہو کر آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد کرنے کی اپیل کی۔ چنانچہ مسلمان جوق در جوق آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس میں شامل ہونے لگے۔ آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا ایک سالانہ اجلاس 17,18,19 اپریل 1942 کو منعقد ہوا جس میں چوہدری غلام عباس نے واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم مہاراجہ ہری سنگھ اور اس کے وزیر اعظم کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ کشمیر کے 35 لاکھ مسلمان ریاست جموں وکشمیر کو صرف اور صرف پاکستان کا حصہ سمجھتے ہیں اور یہ کہ اس کے علاوہ وہ کوئی دوسرا آپشن قبول نہیں کرینگے۔ چوہدری غلام عباس کی قیادت میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس اور مسلمانان کشمیر نے ڈوگرہ حکمرانوں سے آزادی اور پاکستان کے ساتھ الحاق کی تحریک نہایت جوش وخروش کے ساتھ چلائی۔ 24 اکتوبر 1946 کو مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے بعد آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور 28 فروری 1948 تک جیل میں ڈوگرہ حکومت کے مظالم برداشت کرتے رہے۔ اجلاس سے قبل آپ سے مشورہ کے لیے شملہ میں قائداعظم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے نصیحت کی کہ تحریک ضرور چلائی جائے لیکن جیل بھروالی نہیں۔ جب پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو قائد ملت جیل میں ہی قید تھے تاہم آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے ساتھیوں نے قوم کی رہنمائی کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا رہائی کے بعد جب آپ پاکستان پہنچے تو یہاں آپ کا نہایت ولولہ انگیز استقبال کیا گیا۔ ہنگاموں کے دوران آپ کی ایک بیٹی اغوا ہوگئی تھی لیکن آپ نے نہایت بہادری کے ساتھ یہ صدمہ جانکاہ برداشت کیا اور صرف اتنا کہا کہ میری ایک بیٹی آزادی کی راہ میں قربان ہوئی لیکن قوم کی ہزاروں بیٹیاں اغوا ہوئی ہیں وہ سب بھی میری بیٹیاں ہیں۔ قائد ملت قیام پاکستان کے بعد بھی کشمیر کے باقی ماندہ حصے کی آزادی اور اس کی پاکستان میں شمولیت کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ 18 دسمبر 1967 کو آپ نے کچھ وقت کی علالت کے بعد اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ قائد ملت چوہدری محمد غلام عباس کو راولپنڈی کے علاقہ فیض آباد میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے مزار کے لئے انجمن فیض الاسلام نے زمین مہیا کی اور فیض آباد میں اس عظیم کشمیری راہنما کا مزار قائم ہے۔ جہاں ہر سال آپ کے یوم وفات پر شاندار خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے سرکاری سطح پر نہایت تزک واحتشام سے برسی کی تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ریاست جموں وکشمیر اور بیرون کشمیر بھی آپ کا یوم وفات نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

23نومبر۔۔۔’’یوم شہدائے نیلم‘‘

لائن آف کنٹرول پر بسنے والے آزادکشمیر کےعوام کئی دھائیوں سے بھارتی فوج کی دھشت گردی کا شکار ہیں۔ بھارت کی طرف سے لائن آف کنٹرول کے نہتےعوام کو مذموم مقاصد کے لئے نشانہ بنایا جاتا ہے۔آزادکشمیر کا بڑا علاقہ لائن آف کنٹرول پر واقع ہے،جس میں ضلع نیلم بھی شامل ہے جو دھائیوں سے بھارتی فوج کی جارحیت کا شکار ہے۔ بھارتی فوج کی دہشت گردی سےضلع نیلم سب سے زیادہ متاثر ہوا ہےاورسینکڑوں افراد نے جام شہادت نوس کیا ہزاروں افراد زخمی ہوئے اور بڑے پیمانے پر املاک تباہ ہوئیں۔لیکن انسایت کے خلاف جرائم میں ملوث بھارتی فوج نے23نومبر 2016 کو سیز فائر لائن کے علاقہ لوات (نیلم ویلی) میں مسافر بس پر بلا اشتعال فائرنگ کی جس کے نتیجے میں 12 مسافر شہیداور 14 زخمی ہوئے۔قابض بھارتی فوج کی طرف سے گھات لگا کر مسافر بس کونشانہ بنایا گیا۔مسافر بس شاردہ سےمظفرآباد آرہی تھی بس میں مجموعی طور پر 26 مسافر سوار تھےبس جونہی لوات پہنچی تو بھارتی فوجیوں نے سنائپر سےبس کے مسافروں کونشانہ بنایا۔جس کے نتیجہ میں دس مسافر موقع پر جبکہ دومسافر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔شہید مسافروں میں(1) خواجہ محمد رفیق ولدعبدالاحد،گاؤں دواریاں پائیں(2) ظہورحسین شاہ ولدگلاب شاہ،سکنہ عورسیداں(3)خواجہ محمد سلطان،(4) خواجہ منظور احمد ولدخواجہ بشیر،سکنہ نگدر(5) خواجہ محمد شفیع ولدغلام مصطفیٰ،سکنہ دواریاں پائیں(6) ملک محمد اقبال ولدمحمد رشید،سکنہ چانگاں(7) چوہدری احمد ولدسائیں،سکنہ لیسوا(8) محمد مشتاق شکیل،(9) محمد یونس ولدمحمد یوسف،سکنہ لوات(10) محمد اشرف لون ولدداؤد،سکنہ دواریاں ڈھن کوٹ(11) سیدمختار حسین شاہ ولددلاورشاہ سکنہ کھریگام اور(12) محمد زبیر ولدیونس،سکنہ لوات پائیں شامل ہیں۔ بھارتی فوج کی مسافر بس پر فائرنگ کےنتیجہ میں چودہ مسافر زخمی ہوئے جن میں (1)خواجہ محمد عارف(2)راجہ گلفام خان(3)شاہدمحمود(4)محمد بشیر(5)شرافت حسین شاہ(6)خواجہ جواد(7)فضل حسین(8)پیرزادہ بشیرحسین(9)خواجہ محمد عمران (10)میوہ جان (11)فردوس بی بی(12)جویریہ بی بی(13)گلناز بی بی(14)اورفریدہ بی بی شامل ہیں۔بس ڈرائیور نے شدیدزخمی ہونے کے باوجودبس کو بھارتی فوج کی فائرنگ کی زد میں سے نکال کرمحفوظ مقام پرمنتقل کیا۔جس سے مزید مسافروں کی جانیں بچ گئیں۔شہداءاورزخمیوں کوطبی مراکز تک لے جانے کے لئے جانے والی ایمبولینس کوبھی بھارتی فوج کی طرف سے نشانہ بنایا گیا۔ بھارتی فوج کی اس دہشت گردی کے خلاف مسلح افواج پاکستان کی طرف سے موثر جواب دیا گیا جس کے بعد بھارتی فوج کی گنیں خاموش ہوگئیں۔ بھارتی فوج کے خاموش ہوجانے کے بعدزخمیوں کوطبی مراکز میں منتقل کیا جاسکااورشہداء کے جسدخاکی لواحقین کے حوالے کئے گئے۔ بھارتی فوج کی طرف سے سال 1988 سے وادی نیلم کے نہتےعوام کونشانہ بنایا جارہا ہے۔ بھارتی فوج وادی نیلم کے نہتےعوام کو بھاری ہتھیاروں سےنشانہ بناتی ہے،جس کےنتیجہ میں اب تک سینکڑوں نہتے لوگ شہید ہو چکے ہیں جن میں نوجوانوں کے علاوہ خواتین، بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں۔ بھارتی فوج کی کھلی جارحیت کےنتیجہ میں وادی نیلم میں سینکڑوں مکانات اورسرکاری املاک تباہ ہوئیں۔ بھارتی فوج کی طرف سے سول آبادی میں پھینکے گئے کھلونا بموں سے درجنوں بچے جام شہادت نوش کرچکے ہیں جبکہ بچوں کی بڑی تعداد عمر بھر کے لئے معذور ہوچکی ہے۔وادی نیلم میں مسافر بس جو بھارتی دہشت گردی کا شکار ہوئی اسے جموں وکشمیر لبریشن سیل نے خرید کرمحفوظ کرلیا ہےاس اقدام کا مقصد بھارتی دہشت گردی کے ثبوت عالمی برادری کے سامنے رکھنا ہے۔ اب تک کئی ادارے اورانسانی حقوق کے عالمی اورقومی کارکن بھارتی دہشت گردی کا شکار بننے والی اس مسافر بس کا معائنہ کرچکے ہیں۔جموں وکشمیر لبریشن سیل کی تحویل میں کھڑی یہ بس بھارتی دہشت گردی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بھارتی فوج کی طرف سے نہتے مسافروں پر دہشت گردی کےخلاف حکومت آزادکشمیر نے سال 2018 میں 23 نومبرکو یوم شہداءنیلم کےطور پرمنانے کا اعلان کیا۔جس کے بعد سے ہرسال 23 نومبرکو بھارتی دہشت گردی کی مذمت کے لئے یوم شہداءنیلم سرکاری طور پرمنایا جاتا ہے۔اور 23 نومبر کے شہداءکوخراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔یوم شہدائے نیلم کے موقع پرضلع نیلم میں ضلعی تعطیل کی جاتی ہے۔

سانحہ لنجوٹ (نکیال سیکٹر) 25 فروری 2000

بھارت کے غیر قانونی قبضہ کے خلاف جب مقبوضہ جموں وکشمیر کے عوام نے مزاحمتی تحریک کا آغاز کیا تو میدان عمل میں قابض بھارتی فوج کو حریت پسندوں کے ہاتھوں پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ حریت پسندوں کے ہاتھوں بدترین ہزیمت اور خفت مٹانے کے لئے بھارتی فوج نے لائن آف کنٹرول پر آزاد کشمیر کی سویلین آبادی کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ بھارتی فوج کئی دھائیوں سے لائن آف کنٹرول کے نہتے عوام کو بھاری ہتھیاروں سے نشانہ بنا رہی ہے اور اپنی اس واردات کو ایک جنگی حربے کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ لائن آف کنٹرول پر بسنے والے عوام بھارتی فوج کے اس بزدلانہ ہتھکنڈے کے سامنے ڈٹ گئے تو قابض بھارتی فوج نے تمام حدیں عبور کرنا شروع کر دیں۔ قابض بھارتی فوج کی طرف سے لائن آف کنٹرول پر واقع نکیال سیکٹر کے گاؤں لنجوٹ میں 25 اور 26 فروری کی درمیانی شب کو ایک گھر میں گھس کر خون کی ایسی ہولی کھیلی گئی جس نے انسانیت کو بھی شرما دیا۔ اس رات بھارتی فوج کے سپیشل سروسز گروپ کے بلیک کیٹ کمانڈوز نے محمد مرتضٰی کے گھر میں داخل ہو کر قیامت صغریٰ برپا کر دی۔ اس گھر میں موجود افراد کو تہہ وتیغ کر دیا گیا۔ اس گھر میں موجود افراد قرآن خوانی کے لئے جمع تھے۔ لائن آف کنٹرول عبور کرنے والے بھارتی فوجی کمانڈوز جن کی تعداد 15 تھی جو آتشیں اسلحہ اور خطرناک آہنی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ متاثرہ گھر لائن آف کنٹرول پر 150 میٹر کے فاصلے پر واقع ہے بھارتی فوجی کمانڈوز نے گھر میں داخل ہو کر 14 نہتے افراد کو بے دردی سے ذبح کر دیا۔ بھارتی فوج کی اس درندگی کا نشانہ بننے والوں میں عمر رسیدہ بزرگ، مرد، خواتین اور بچے شامل ہیں۔ بھارتی فوجی کمانڈوز کی اس انسانیت سوز واردات کے دوران بھارتی فوج اپنے مورچوں نے مسلسل پاکستانی چوکیوں پر بھاری ہتھیاروں سے فائرنگ کرتی رہی تاکہ پاک فوج متاثرہ گھر والوں کی مدد نہ کر سکے۔ بھارتی کمانڈوز ایک ایک کر کے نہتے افراد کو خنجروں سے ذبح کرتی رہی۔ اس وحشیانہ کارروائی کے دوران 11 افراد موقع پر جام شہادت نوش کر گئے جبکہ 5 زخمی ہو گئے جن میں سے 3 افراد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت کے رتبہ پر فائز ہو گئے۔ شہداء میں 2 سال سے 90 سال تک کی عمر کے افراد شامل ہیں۔ بھارتی فوج کی اس وحشیانہ اور سفاکانہ واردات کا نشانہ بننے والوں میں 3 مرد، 6 خواتین اور 5 بچے شامل ہیں۔ جملہ شہداء کا تعلق سدھن قبیلہ سے ہے۔ اس قبیلہ نے تحریک آزادی کشمیر کے لئے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ 25 اور 26 فروری کی درمیانی شب بھارتی فوج کی اس بزدلانہ اور سفاکانہ واردات کے دوران جام شہادت نوش کرنے والوں میں 90 سالہ محمد اسلم ولد میر ولی، 29 سالہ محمد مرتضٰی ولد عبدالحمید، 27 سالہ کالی بیگم زوجہ محمد مرتضٰی، 55 سالہ سرور بیگم زوجہ عبدالحمید، 30 سالہ فائزہ بیگم دختر عبدالحمید، 60 سالہ گلزار بیگم بیوہ فتح شیر، 30 سالہ خورشید بیگم زوجہ نیاز اختر، 2 سالہ احمد نیاز ولد نیاز اختر، 30 سالہ پروین اختر زوجہ محمد یونس، 7 سالہ سحر یونس دختر محمد یونس، 60 سالہ مولوی محمد فیاض ولد سید محمد، 10 سالہ فرہاد نیاز ولد نیاز اختر، 4 سالہ مولا بخش ولد محمد یونس، 6 سالہ محمد اخلاق ولد محمد حسین شامل ہیں۔ فرہاد، مولا بخش اور اخلاق زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شادت نوش کر گئے جبکہ کہ 40 سالہ محمد یونس ولد لال خان اور 24 سالہ محمد اشتیاق ولد محمد حسین شدید زخمی ہوئے۔ بھارتی کمانڈوز کی درندگی شہادتوں پر ہی نہ رکی درندہ صفت اور انسانیت سے عاری بھارتی فوجی چند شہداء کے سرتن سے جدا کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ انسانیت کو شرما دینے والی اس واردات کے خلاف آزاد کشمیر میں بھرپور احتجاج کیا گیا۔ حکومت آزاد کشمیر نے اس سانحہ کے خلاف تین روزہ سوگ منایا اور تین دن تک ریاستی پرچم سرنگوں رہا۔ بھارتی فوج کی اس درندگی اور دہشت گردی کے خلاف ہر سال 25 فروری کو کوٹلی میں شہداء لنجوٹ کی برسی منائی جاتی ہے۔

سانحہ سیری بنڈالہ 26 اپریل 1998

قابض بھارتی فوج کی طرف سے لائن آف کنٹرول کے نہتے عوام کو نشانہ بنانا بھارت کا ہمیشہ سے ہی جنگی حربہ چلا آ رہا ہے۔ قابض بھارتی فوج کی طرف سے لائن آف کنٹرول پر متعدد ایسی انسانیت سوز کارروائیاں کی گئی ہیں جن کی کسی مذہب اور معاشرے میں قطعاً

کوئی گنجائش نہیں۔ بھارتی فوج کی طرف سے لائن آف کنٹرول پر نہتے عوام کے خلاف جنگی ہتھکنڈوں کی طویل داستان ہے۔لائن آف کنٹرول کے نہتے عوام طویل عرصہ تک بھارتی فوج کی دہشت گردی کا شکار رہے ہیں۔ایل اوسی پر ان گنت سانحات میں سے ایک سانحہ بھمبر کی تحصیل سماہنی کے گاؤں سیری بنڈالہ بھی ہے جب بھارتی فوج کے کمانڈوز نے لائن آف کنٹرول عبور کر کے سیری بنڈالہ گاؤں کے دوگھروں کے بے گناہ اور نہتے مکینوں کونشانہ بنایا۔ بھارتی فوجی کمانڈوز نے چوہدری کالا خان اور ماسٹر محمد زبیر کے گھروں میں داخل ہوکران کے خاندان کی صفا کی کے ساتھ قتل کر دئے۔ بھارتی فوجی کمانڈوز کی اس بزدالانہ واردات کے دوران خواتین اور بچوں سمیت 22 افراد کا قتل عام کیا گیا۔ دونوں گھروں کے افرادسوئے ہوئے تھے کہ بھارتی کمانڈوز نے آتشیں اسلحہ اور آہنی ہتھیار استعمال کر کے انھیں شہید کر دیا۔ درندہ صفت بھارتی فوجیوں نے خواتین اور شیرخوار بچوں کوخنجروں سے ذبح کیا اور بعض شہداء کو فائرنگ کر کے قتل کیا۔ بھارتی فوج کی اس وحشیانہ کارروائی میں جام شہادت نوش کرنے والوں میں(۱) کالا خان ولدعلم دین عمر55 سال،(۲) رحمت بی بی زوجہ کالا خان عمر49 سال،(۳) آسیہ بی بی دختر کالا خان عمر20 سال،(۴) غفاراحمد ولدکالا خان عمر18 سال،(۵)اشفاق احمد ولد کالا خان عمر16 سال،(۶) سجاداحمد ولد کالا خان عمر14 سال،(۷) ساجداحمد ولد کالا خان عمر12 سال،(۸) ماجداحمد ولد کالا خان عمر7 سال،(۹) رفاقت بی بی زوجہ ذولفقارعلی عمر23 سال، (۱۰) مائزہ ذولفقار ولد ذولفقارعلی عمر 4 سال،(۱۱) مدیجہ ذولفقار ولد ذولفقارعلی عمر1 سال،(۱۲) محمد زبیر ولد میاں محمد صدیق عمر 32 سال ،(۱۳) شاہدہ بی بی زوجہ محمد زبیر عمر 27 سال،(۱۴) مجیب زبیر ولد محمد زبیر عمر 7 سال،(۱۵)نعمان زبیر ولد محمد زبیر عمر 3 سال،(۱۶) سلیمان زبیر ولد محمد زبیر عمر 5 سال، (۱۷)شبانہ کوثر زوجہ اللہ دتہ عمر18 سال،(۱۸) عظمیٰ بی بی دختر محمد انور عمر15 سال،(۱۹) محمد شفیق ولد محمد حنیف عمر 25 سال ،(۲۰) اللہ دتہ ولد نورحسین عمر 27 سال،(۲۱) غلام حسین ولد کشاش علی عمر37 سال اور(۲۲)نسیم بی بی زوجہ محمد حفیظ عمر29 سال شامل ہیں۔یادرہے کہ محمد شفیق سکنہ بھمبر،اللہ دتہ سکنہ ابووالا،شبانہ کوثر سکنہ ابووالا اور عظمیٰ بی بی سکنہ صبور بھارتی دہشت گردی کا شکار ہونے والی فیملی کے گھر مہمان کے طور پر آئے تھے۔سانحہ سیری بنڈالہ کے دوران ذولفقارعلی اور شاہین علی زخمی بھی ہوئے جنھیں گولیاں لگیں۔ بھارتی فوجی کمانڈوز نے نہتے افراد،خواتین اور بچوں کوشہید کرنے کے بعدان کی لاشوں کی بے حرمتی بھی کی اور دوافراد کوشہید کرنے کے بعدان کی آنکھیں تک نکال دیں۔بعض شہداء کے اعضاء بھی کاٹے گئے۔کم سن بچوں کی لاشوں کومسخ کیا گیا۔ درندہ صفت بھارتی فوجیوں نے واردات کے بعدشہداء کےخون سے گھروں کی دیواروں پرانتقامی تحریریں لکھیں۔سانحہ سیری بنڈالہ کے خلاف آزادکشمیر کے طول وعرض میں بھارتی دہشت گردی کے خلاف بھرپورانداز میں احتجاج کیا گیااور عالمی برادری کو بھارت کے مکروہ چہرے سے آگاہ کیا گیا۔ بھارتی فوج کی اس بزدلانہ اوروحشیانہ واردات کا مقصدلائن آف کنٹرول پر بسنے والے آزادکشمیر کے باسیوں کے حوصلے پست کرنا تھاجو بھارتی جارحیت کے سامنے سینہ سپر ہیں اوررہیں گے۔اس وحشیانہ کارروائی کے باوجودلائن آف کنٹرول کےعوام کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔بدترین بھارتی دہشت گردی کے باوجود بھارتی فوج کو یہ پیغام دیا گیا کہ کشمیری بھارت سے آزادی کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ بھارتی فوج اس طرح کے انسانیت سوز ہتھکنڈوں کے ذریعے کشمیریوں کے جذبہ حریت کوسرنہیں کرسکتا۔ان ہی شہداء کی قربانیوں کےنتیجہ میں قدرت کشمیریوں کو بھارت سے آزادی کی نعمت سے سرفراز کرے گی۔سیری بنڈالہ کوان ہی شہداء کی یاد میں شہداء کی بستی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔سیری بنڈالہ کے شہداء کی یاد میں حکومت آزادکشمیر کی طرف سے یادگارشہداء بھی تعمیر کی گئی ہے۔یادگار شہداء پر ہر سال سرکاری سطح پرتقریب منعقد کی جاتی ہےاورمقامی سطح پرتعطیل کی جاتی ہے۔

دیگر خصوصی اہمیت کے ایام

عنوان	نمبر شمار
08 مارچ۔۔۔عالمی یوم خواتین	01
11 فروری۔۔۔یوم شہادت مقبول بٹ	02
15 مارچ۔۔۔یوم وفات غازی کشمیر فتح محمد خان کریلوی سابق ممبر پرجا سبھا	03
21 مارچ۔۔۔یوم وفات کرنل (ر) علی احمد شاہ سابق صدر آزاد کشمیر	04
27 مارچ۔۔۔انسانی حقوق کے سرگرم کارکن جلیل احمد اندرابی کا یوم شہادت	05
30 مارچ۔۔۔یوم شہادت کمانڈران چیف شہید اشفاق مجید	06
01 اپریل۔۔۔یوم شہادت ڈاکٹر عبدالاحد گورو	07
20 اپریل۔۔۔یوم وفات جناب راجہ محمد حیدر خان	08
11 اگست۔۔۔یوم شہادت شیخ عبدالعزیز	09
01 نومبر۔۔۔یوم آزادی گلگت بلتستان	10
11 نومبر۔۔۔یوم شہادت کیپٹن حسین خان شہید	11
11 نومبر۔۔۔یوم وفات بابائے پونچھ کرنل خان محمد خان۔	12
06 جنوری۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1993 بمقام سوپوہ	13
15 جنوری۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1990 بمقام ہندواڑہ	14
27 جنوری۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1994 بمقام کپواڑہ	15
23 فروری۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1991 بمقام کنن پوشپورہ	16
07 مارچ۔۔۔اجتماعی عصمت دری کا المیہ سال 1990 بمقام چنن پورہ مقبوضہ جموں وکشمیر	17
22 اپریل۔۔۔اجتماعی عصمت دری کا المیہ سال 1997 بمقام واووسہ	18
08 مئی۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1991 بمقام پیر دستگیر	19
21 مئی۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1990 بمقام اسلامیہ کالج (سری نگر)	20
11 جون۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1991 بمقام چھوٹا بازار (سری نگر)	21
17 جون۔۔۔اجتماعی عصمت دری کا المیہ سال 1994 بمقام ہائی ہامہ	22
10 اگست۔۔۔اجتماعی نسل کشی (Massacre) کا واقعہ سال 1990 بمقام بازی پورہ	23
20 اگست۔۔۔اجتماعی عصمت دری کا المیہ سال 1991 بمقام بازی پورہ (کپواڑہ)	24
29 اگست---یوم شہدائے دوتھان	25

26	06 ستمبر ---یوم شہادت سید خادم حسین شاہ گردیزی
27	05اکتوبر---اجتماعی عصمت دری کا المیہ سال1998 بمقام ڈوڈا۔
28	10اکتوبر---اجتماعی عصمت دری کا المیہ سال1992 بمقام چک سید پورہ
29	22اکتوبر---اجتماعی نسل کشی(Massacre) کا واقعہ سال1993 بمقام بیج بہاڑا

Near State Guest House, Jallalabad, Muzaffarabad, AJK

Ph:05822-920969, Fax: 05822-920211

www.kprijk.org

www.facebook.com/kprijk.org

@KPRI_AJK

www.youtube.com/@kpri-prf11

kpri.azadkashmir@gmail.com